پاکستان مزدور کسان پارٹی

عوامی جمہوریت، مساوات، اشتراکیت

پروگرام اور دستور

پاکستان مزدور کسان پارٹی

عوامی جمہوریت، مساوات، اشتراکیت

Party Program

ضیائے نجیب پبلی کیشنز

راجہ سنٹر ریلوے روڈ قصور پاکستان

دیباچہ

پارٹی کی نظریاتی رہنمائی

پاکستان مزدور کسان پارٹی تاریخی جدلیاتی مادیت پر بنیاد رکھتی ہے، جوکہ انسانی تاریخ سے اخذ کردہ نتائج کی جدید سائنسی تشریح ہے۔ پارٹی اُن تمام فلسفیوں، انبیاء، دانشوروں جنہوں نے اپنے دور میں استحصالی نظاموں کے خلاف نظامِ فکر دیا اور مظلوم عوام کو ان کے حقوق دلانے کیلئے منظم جدو جہد کا راستہ اختیار کیا کی انقلابی زندگی سے رہنمائی حاصل کرتی ہے۔ ماضی قریب میں سرمایہ داری اور جاگیرداری نظام، معاشرتی ناہمواری اور دیگر ناانصافیوں کے خلاف فکری وعملی جدو جہد کرنے والوں میں مارکس، لینن، اینگلز، ماؤزے تنگ، شاہ ولی اللہ دہلوی، عبیداللہ سندھی، فیض احمد فیض، حسن ناصر، نزیر عباسی، و دیگر انقلابی رہنما شامل ہیں جن کے افکار اور تحریکات سے پارٹی سازی اور نئے نظام کی تشکیل میں رہنمائی حاصل کرتی ہے۔

پارٹی کے پانچ بنیادی نظریاتی اصول

1۔طبقاتی جدو جہد: تمام انسانی تاریخ طبقاتی جدو جہد کی تاریخ ہے۔ہماری پارٹی مظلوم طبقات کو منظم کر کے محنت کش اور استحصال زدہ طبقات کا اقتدار قائم کرے گی۔

2۔سیکیولرازم: تمام سطحوں پر معاشرے کی بلا امتیاز رنگ، نسل، زبان، مذہب، وجنس تشکیل کیلئے جدو جہد کرنا اور ہم آہنگی، مساوات اور وحدت کو فروغ دینا۔

3۔جمہوریت: ہماری جدو جہد کا بنیادی اصول انسانی برابری اور مساوات کو ہر سطح پر قائم کرنا ہے۔

4۔قومیتوں کے مساوی حقوق: زبان، ثقافت اور جغرافیہ کی بنیاد پر قائم اقوام کا اپنے

تشخصات کو برقرار رکھتے ہوئے اور اپنے وسائل پر پہلے استعمال کے حق کو بروئے کار لاتے ہوئے وفاق میں آزادانہ، رضاکارانہ اور برابری کی بنیاد پر شامل کرنا۔

5۔ سوشلزم: ملکی وسائل اور قومی خزانوں پر قابض اقلیت کے ناجائز تسلط کو ختم کر کے عوام کو بلا امتیاز معاشی حقوق کی فراہمی کو یقینی بنانا اور ایسی سوشلسٹ ریاست کی تشکیل کرنا جس میں ہر شہری کو بنیادی جمہوری حقوق کی فراہمی یقینی بنائی جا سکے۔

1. نوعِ انسانیت کا عروج و زوال اور نجات

اشتراکیت سے مراد ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں نہ طبقات ہوتے ہیں نہ استحصال اور نہ ہی جبر و استبداد۔ یہ وہ عظیم آدرش ہے جس کے لیے تاریخ کی تمام اعلیٰ ترین شخصیات اور تحریکوں نے جدوجہد کی ہے۔ یہ نوعِ انسان کی حقیقی اور فطری حالت ہے۔ نوعِ انسان نے ابتدا سے لے کر زرعی انقلاب تک اس طرح زندگی بسر کی جیسے وہ قدرت کا حصہ ہو یعنی نہ تو کوئی ملکیت تھی نہ طبقات اور نہ ہی استحصال۔ علم بشریات کے ماہرین اس دور کو ابتدائی اشتراکیت کہتے ہیں۔

پتھر کے زمانے کے آخری حصے میں زرعی انقلاب رونما ہوا اور باقاعدہ کاشت کاری کا آغاز ہوا۔ اس سے نوعِ انسان کی ابتدائی صورتِ حال تیزی سے مکمل طور پر تبدیل ہو گئی۔ نئے مویشیوں کو پالتو بنائے جانے، ہل کی ایجاد، درانتی، دھاتی اوزاروں اور ہتھیاروں کی ایجاد کے نتیجے میں زائد پیداوار حاصل ہونے لگی جس سے نہ صرف نئے شہر اور ریاستوں کی بنیاد پڑی بلکہ طبقات، پدرسری نظام اور ایک قبیلے کو دوسرے قبیلے کے ہاتھوں غلام بنائے جانے کا بھی آغاز ہوا۔ اس انقلاب نے انسان کو اس کی فطری حالت سے الگ کر ڈالا۔ فطری اور ابتدائی کمیونزم کی حالت سے نکل کر تہذیب کے مرحلے میں داخل ہونے کو

مذہبی فلسفہ باغِ عدن سے انسان کا نکال دیا جانا قرار دیتا ہے۔

چنانچہ مؤرخین جسے تہذیب کہتے ہیں وہ ایک طرف تو علم، سائنس اور فہم و دانش کی بنیاد پر نوعِ انسان کے ارتقاء کا آغاز اور دوسری طرف یہ نوعِ انسانی کا زوال تھا جس میں وہ اپنی اصل حالت سے نکل کر طبقات، استحصال اور ملکیت کی حالت میں داخل ہوگئی۔

نوعِ انسان کے اس جدلیاتی عروج و زوال کے وقت سے عظیم ترین اذہان کی آرزو رہی ہے کہ سائنسی اور تکنیکی ارتقاء ایک ایسے معاشرے کے اندر ہونا چاہیے جہاں انسان انسان کا استحصال نہ کرے۔ دوسرے الفاظ میں کمیونزم وہ آدرش ہے، جو بعض اوقات واضح اور بعض اوقات غیر نمایاں رہا ہے۔ جس کے لیے جبر زدہ طبقات کی تحریکیں پچھلے بارہ سو سال سے جدو جہد کرتی اور قربانیاں دیتی آ رہی ہیں۔

بہر حال طبقات اور استحصال کو حتمی طور پر مٹائے جانے کا امکان اب صرف اس ہمہ گیر تکنیکی اور سائنسی استعداد والے تاریخ کے جدید عہد میں پیدا ہوا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جب تک انسان کی پیداواری صلاحیتیں غیر ترقی یافتہ رہیں تب تک وسائل و ذرائع کی حاجت اور قلت رہی اور ان پر قبضہ کر کے اپنی ملکیت جمانے کے لیے کش مکش ہوتی رہی۔

یہی وجہ تھی کہ تاریخ کے تمام عظیم ترین اذہان تمام تر بہترین کوششوں کے باوجود غیر طبقاتی معاشرے کے آدرش کو حقیقت کا روپ نہیں دے سکے اور یہ مقصد حاصل نہیں ہو پایا۔ اس سے یہ عمومی مغالطہ پیدا ہوا کہ غیر طبقاتی معاشرہ ایک تصوراتی جنت آئیڈیلسٹک (یوٹوپیا) ہے۔ جبر زدہ انسانوں کی عظیم تحریکوں کی یہ لہریں نوعِ انسان کی پیداواری طاقتوں کی ترقی پذیر حالت کی چٹانوں سے ٹکراتی رہیں اور یہ لہریں ٹکرا کر واپس جاتے ہوئے تاریخ کے جدلیاتی دائروں کو جنم دیتی رہیں۔

ان تحریکوں کے عظیم مقاصد کو نہ تو سازشوں اور بُرے انسانوں نے برباد کیا اور نہ

ہی انسانی فطرت نے۔ بلکہ اس کا سبب یہ تھا کہ پیداواری قوتوں کی ترقی پذیر حالت میں وہ حقیقی امکانات ہی مہیا نہیں ہوئے جو سماج کو طبقاتی معاشرے سے آگے لے جاتے۔ تاریخ کا المیہ یہ ہے کہ انہی تحریکوں نے اپنے جدلیاتی متضاد کو جنم دیا یعنی قدیم ایرانی سلطنت کے خلاف یونانی شہری ریاستوں کی عظیم جدوجہد بذاتِ خود سلطنت کے قیام کی جدوجہد میں ڈھل گئی جو اپنے آخری مرحلے میں انسانی تاریخ کی سب سے زیادہ جابر اور استبدادی رومی سلطنت کی صورت اختیار کر گئی۔ رومی سلطنت کے خلاف جدوجہد یعنی وہ عظیم یہودی بغاوتیں جنہوں نے عیسائیت کو جنم دیا اور دوسری طرف وہ آزاد فکر، جمہوریت پسند گوتھ جنہوں نے رومی سلطنت کو شکست دی۔ یہ بذاتِ خود عہدِ وسطیٰ کی فیوڈل اشرافیہ میں ڈھل گئیں۔

عرب دنیا میں ٹکڑوں میں بٹے ہوئے منقسم اور جابرانہ نوع کی قبائلی حکمرانی کے خلاف آزادی کی جدوجہد اسلام کہلائی۔ مگر مسلمانوں کی تاریخ میں آگے چل کر بادشاہتوں اور جدید دنیا کی بدترین مذہبی بنیاد پرستی کی خوفناک شکلیں سامنے آئیں۔ آخر میں انقلاب فرانس کے نعروں آزادی، مساوات اور اخوت کے ذریعے متجسم ہونے والے عقل اور روشن خیالی کے عہد نے ایسی تہذیب کو جنم دیا جس نے اتنے وسیع پیمانے پر انسانوں کا قتل عام کیا کہ تمام سابقہ خونیوں، فاتحین تاخت و تاراج کرنے والوں اور ڈاکوؤں کو بھی شرما دیا اس کے علاوہ ایسی ٹیکنالوجی وجود میں آئی جس نے کرۂ ارض ہی کو معرضِ خطر میں ڈال دیا۔

اس سب کے باوجود یہ تحریکیں جدلیاتی گردش کے انداز میں نوعِ انسان کو آگے کی طرف لے جاتی رہیں۔ نوعِ انسان فکر کے ایک انداز سے دوسرے، ایک سیاسی نظام سے دوسرے یعنی طریق پیداوار کے ایک نظام سے دوسرے کی طرف بڑھتی رہی۔ ہماری نسل کی یہ خوش بختی ہے کہ یہ تحریکیں بالآخر تاریخ کے ایک ایسے عہد میں داخل ہو چکی ہیں جہاں پیداواری قوتیں اس سطح پر پہنچ چکی ہیں کہ تمام کی تمام غربت، حاجت، امراض استحصال اور

طبقاتی جبر و استبداد کو مٹا کر قصہ پارینہ بنایا جاسکتا ہے۔ ہمارا تاریخی عہد نوعِ انسان کی نجات کا عہد ہے۔ یہ اشتراکیت کا عہد ہے۔

2۔ سوشلزم کا دوسرا جنم

سوشلزم کو شکست ضرور ہوئی ہے لیکن یہ ناکام نہیں ہوا۔ ہم اسے تب ناکام تصور کرتے جب یہ عوام کی بنیادی ضروریات پوری کرنے اور انہیں تعمیر و ترقی فراہم کرنے سے قاصر رہا ہوتا۔
بہر حال اب یہ واضح ہو چکا ہے کہ سابق سوویت یونین میں سرمایہ کا احیا حقیقی ناکامی ہے کیونکہ سرمایہ عوام کو تعمیر و ترقی اور مساوات دینے سے قاصر رہا ہے۔

با ایں ہمہ یہ سوال اب بھی باقی ہے کہ بیسویں صدی کی اشتراکی تحریکیں شکست سے دو چار کیوں ہوئیں؟ ان تحریکوں میں غلطی کہاں ہوئی؟ اگر کوئی شخص استحصال کا خاتمہ کرنے والوں کے مخالفین کے نقطۂ نظر سے تاریخ کے سبق سیکھے تو وہ جبر زدہ انسانوں کی تمام عظیم تحریکوں کو لہو کی پیاسی جابرانہ آمریتیں قرار دے گا۔ عوام کو غیر طبقاتی معاشرے کا خواب ترک کر دینے کا قائل کرنے کے لیے کاغذ کے پہاڑ اور روشنائی کے دریا ضائع کیے جا چکے ہیں۔

مگر جبر و استبداد کی زنجیروں کے ردعمل سے پیدا ہونے والی طاقت اور دوبارہ ابھرنے کی صلاحیت کے بل پر جبر زدہ انسانوں کی تحریکیں پہلے سے زیادہ قوت اور مقصد کی مضبوطی کے ساتھ بار بار ابھرتی رہتی ہیں۔ اس عظیم طاقت کا سیاست کے بڑے میدان میں حکمران طبقے کے مکر و فریب اور اُس کی عیاری و چالاکی سے مقابلہ رہتا ہے۔ دیو قامت اور بے انتہا قوت کے مالک دیوتا صرف اساطیر ہی میں نہیں ٹکراتے۔ اساطیر حقیقت میں ہونے والے طبقات کی عظیم کشمکش کی عکاس ہوتی ہیں۔

بیسویں صدی نے جدید عہد میں اس کشمکش کا عروج دیکھا ہے اور اسی لیے یہ توقع

بھی تھی کہ یہ استحصال کے خلاف نوعِ انسان کی آخری جنگ ہوگی۔ آخری ساعت ہوگی اور بالآخر نوعِ انسان فاتح ٹھہرے گی۔ توقع جتنی بڑی ہو شکست کا ثمر اتنا ہی کڑوا ہوتا ہے۔

بیسویں صدی میں سوشلزم شکست کی انفرادی جزئیات وتفاصیل کی نشان دہی اور تجزیہ کرنے کے لیے بہت زیادہ علم وآگاہی کی ضرورت ہوگی۔ مگر اس کا ایک خاکہ بنانا زیادہ دشوار نہیں۔ ملکیتی طبقات کی سیاست کے میدان میں شکست کو ان کی حتمی سماجی یا نظریاتی شکست نہیں سمجھنا چاہیے۔ شکست خوردہ طبقات اپنی کھوئی ہوئی جنت دوبارہ حاصل کرنے کے لیے کئی گنا طاقت کے ساتھ جدوجہد کرتے ہیں۔ لہٰذا سوشلزم کے تحت طبقاتی جدوجہد کی صرف شکلیں تبدیل ہوئی ہیں۔

املاک کے حامل پُرانے طبقات کی طبقاتی جدوجہد کا بنیادی مقصد اقتدار کی غلام گردشوں، ریاستی اداروں کی قیادت اور پارٹی کی قیادت تک رسائی پانا نیز معاشی اداروں کی سربراہی حاصل کرنا اور ان پر اپنا قبضہ جمانا ہوتا ہے۔ ان بااثر عہدوں تک رسائی کا راستہ اعلیٰ تعلیمی اور ثقافتی اہلیتوں سے ہموار ہوتا ہے جنہیں گزشتہ حکمران طبقات کے ارکان نے علم و دانش کے سرچشموں تک صدیوں کی رسائی کے ذریعے حاصل کیا تھا۔ مختصر یہ کہ سوشلسٹ معاشروں میں ریاست اور جماعت کی قیادت میں پھر سے ابھرنے والی بورژوازی کے لیے دانشورانہ اور جسمانی محنت کی قدیم تقسیم بنیادی حیثیت کی حامل تھی۔ ابھرتے ہوئے سوشلسٹ معاشروں کے اندر ان دوبارہ پیدا ہونے والے املاکی طبقات کو سب سے زیادہ فائدہ ترقی یافتہ سرمایہ دارانہ معاشروں کے صاحب املاک طبقات نے پہنچایا جنہوں نے ردِ انقلاب پر پیسہ لگانا، سرمایہ دارانہ معاشی ترقی کی حمایت کرنا، بورژوا نظریے اور ثقافت کو مقبول بنانا، فوجی مداخلت کو تحریک دینا اور جاسوسی وقتل کے ذریعے سوشلزم کی جڑیں کاٹنا جاری رکھا۔

ایک طرف تو ترقی یافتہ سرمایہ دار ملکوں کی سیاسی معیشت ایٹمی استعداد کے

حامل عسکری صنعتی کمپلیکس میں ڈھل گئی جب کہ دوسری طرف ریاست کے ذریعے چلائی جانے والی منڈی کی معیشتیں فلاحی ریاستوں میں ڈھل گئیں جن کا واحد مقصد اس نظام کو رد کرنا تھا جسے سرمایہ دار تہذیب کے چند سب سے زیادہ تعلیم یافتہ افراد نے انسانی فطرت کے خلاف قرار دیا تھا۔ انہوں نے سوشلزم کو غیر فطری، ناقابل عمل، ناکارہ، جابرانہ اور کسی بھی وقت خود بخود منہدم ہو جانے والا قرار دیا تھا۔ ان دعووں کو پیش نظر رکھ کر سوچا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ ایسا تھا تو پھر ان کو اپنے معاشروں میں اتنے بڑے پیمانے پر تبدیلیاں کیوں لانا پڑیں۔

چنانچہ بیسویں صدی کے سوشلزم کا سب سے اہم سبق یہ ہے کہ نظریاتی جدو جہد سیاسی اور معاشی جدو جہد شاید صرف مساوی نہیں۔ بلکہ مدلل طور پر نظریاتی جدو جہد دوسری ہر طرح کی جدو جہد کی بنیاد ہوتی ہے۔ انقلابی نظریہ نہیں ہوگا تو نہ صرف انقلابی تحریک ہی نہیں ہوگی بلکہ مضبوط ترین سوشلسٹ ریاستیں بھی ریت پر بنے قلعے کی طرح کمزور ہوں گی۔

3۔ انقلابی نظریہ کیا ہے؟

ہم جدلیاتی تاریخی مادیت کو نوعِ انسان کا ارفع ترین سائنسی اور فلسفیانہ کارنامہ سمجھتے ہیں۔ صاحب املاک طبقات نے اس عظیم سائنسی پیش قدمی کو چھپانے اور آزادی کے حقیقی امکانات کو دھندلانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

جدید انقلابی نظریہ صدیوں کے فلسفیانہ ارتقاء کا حاصل ہے اور ہمارے زمانے میں نوعِ انسان کی عظیم ترین دانش ورانہ فتح کا ترجمان ہے۔ فلسفہ عین اپنے آغاز کے وقت ابتدائی سطح پر جدلیات اور مادیت کے دو بنیادی تصورات سے وجود میں آتا ہے۔ قدیم یونانی شہر میلیٹس کے فلسفیوں نے یہ تصور پیش کیا تھا کہ اس کائنات کی ہر چیز ایک بنیادی

مادے سے بنی ہے۔ ہیراقلیطس نے یہ تصور پیش کیا تھا کہ تبدیلی دو مخالف اجزا کے ٹکراؤ کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔

بہرکیف اس زمانے کے علم کی محدود اساس کے باعث یہ ابتدائی مادیت پسند فلسفی وضاحت نہیں کر سکے کہ ''تصور'' کیا ہے اور کس طرح وجود رکھتا ہے۔ وہ اس سوال کا بھی اطمینان بخش جواب نہیں دے سکے کہ اگر دنیا کے بارے میں یہ تصور کیا جاتا ہے کہ مسلسل تبدیلی سے دوچار ہے تو مطلق علم کیسے ممکن ہے۔

تصوریت (آئیڈیلزم) اور مابعد الطبیعات (میٹافزکس) کو بالترتیب مادیت اور جدلیات کے ناگزیر دانش ورانہ جواب کے طور پر وضع کیا گیا تھا۔ افلاطون کی ثنویت نے تصوریت کے بنیادی خیالات متعارف کروائے۔ افلاطون کے مطابق خیالات ایک ایسی تصوراتی دنیا میں وجود رکھتے ہیں جو کہ ابدی غیر متغیر اور آزاد و خود مختار جوہر کی دنیا ہے۔ تصورات خالص جوہروں یا صورتوں کی ابدی، غیر متغیر اور آزاد و خود مختار اقلیمی دائرے میں وجود رکھتے ہیں۔ یہ بحث پچھلے ڈھائی ہزار سال سے فلسفے کے سب سے بنیادی سوالات میں شامل رہی ہے۔

یہ کارل مارکس اور فریڈرک اینگلز کی فطانت تھی کہ انہوں نے انیسویں صدی کے سائنسی حاصلات اور تین نہایت ترقی یافتہ فلسفیانہ لہروں جرمن فلسفے انگلستانی پولیٹیکل اکانومی اور فرانسیسی سوشلزم کی اساس اور انہیں تکمیل تک پہنچاتے ہوئے مادیت اور جدلیات کو باہم ملا دیا۔

مارکسی مادیت دنیا کے معروضی وجود کے مفروضے پر استوار ہے۔ یہ دنیا انسانی ذہن کے لیے قابل فہم ہے۔ تصوریت (آئیڈیلیزم) کا دعویٰ ہے کہ خیالات مادے سے آزاد وجود رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس مادیت یہ ہے کہ خیال مادے سے ہی بنی زندگی کی سرگرمی

کے سوا کچھ نہیں۔ہم جو کچھ دیکھتے سنتے محسوس کرتے اور سوچتے ہیں وہ دماغ کی سرگرمی کے سوا کچھ نہیں اور دماغ مادے سے بنا ہے۔ چنانچہ انسانی خیال ناگزیر طور سے انسانی سرگرمی سے منسلک ہے۔سب سے بنیادی انسانی سرگرمی بذات خود زندگی کی پیدائش اور بار بار پیدائش ہے۔ چنانچہ مادیت پسندی یہ ہے کہ پیداوار سماجی ڈھانچے کو تشکیل دیتی ہے۔ پیداوار ہی محنت کی تقسیم،طبقات کی تشکیل اور املاک کی اشکال کی بنیاد ہے۔(یہ تمام یکساں سماجی رشتوں کے مختلف پہلوؤں سے اظہار کے مختلف طریقے ہیں)۔

جدلیات یہ سادہ تصور ہے کہ انسانی خیال یا عمل کا کوئی اختتام نہیں۔زندگی ہمیشہ پیدائش اور موت ارتقاء اور تباہی وجود میں آنے اور رفنا ہو جانے کا ہی نام ہے۔مختصراً یہ کہ دنیا بہت سارے پیچیدہ اعمال کا مجموعہ ہے۔زندگی اور مادے کے تمام اعمال کو ابدی تضادات سے تحریک ملتی ہے۔فطری دنیا ہو یا تصورات کی دنیا یا پھر تاریخ مخالف قوتیں ٹکراتی ہیں اور تبدیلی اور ارتقاء کو تحریک دیتی ہیں۔ چنانچہ سچ کی تلاش بذاتِ خود ایک طویل تاریخی کبھی ختم نہ ہونے والا عمل ہے۔جو اعلیٰ سے اعلیٰ سطح کا علم وضع کرتا ہے۔مگر مطلق سچ تک کبھی نہیں پہنچ پاتا۔انسانی معاشرہ مسلسل ارتقاء کے عمل
میں ہے۔جو کسی مثالی یا کامل ریاست یا معاشرے کی صورت میں انجام پذیر نہیں ہوگا۔اس تجزیے سے واضح ہوتا ہے کہ تاریخی جدلیاتی مادیت انسانی فطرت کے پہلے سے سوچے ہوئے تصورات کی اساس پر نہیں بلکہ انسانی ہستی کی ٹھوس صورت حالات پر استوار ہے۔ چونکہ ”نوع انسانی کو سیاست، سائنس، فنون، مذہب وغیرہ کی جستجو سے پہلے کھانا پینا مکان اور لباس لازمی چاہیے“۔اس لیے زندگی کے ان ضروری وسائل کی پیداوار سماجی تنظیم کی اساس کو تشکیل دیتی ہے۔جس پر سماجی، سیاسی، ثقافتی اور نظریاتی تصورات استوار ہوتے ہیں۔ چنانچہ تاریخی مادیت کی یہ عظیم دریافت کہ انسان کے سماجی، سیاسی، ثقافتی اور نظریاتی

تصورات کو صرف معاشرے کی معاشی بنیادوں کے تعلق سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔

کسی معاشرے کا نظریاتی اور سیاسی ڈھانچہ ویسا ہی ہوتا ہے جیسی اس کی معاشی بنیادیں یعنی کہ اُس کا طریقہ پیداوار محنت کی سماجی تقسیم مسلسل ارتقاء کے عمل میں ہے اور ملکیت کی مختلف صورتیں معاشرے کی مختلف صورتوں کا تعین کرتی ہیں۔ جائیداد طبقات کی بنیاد پر محنت کی سماجی تقسیم کا قانونی اظہار ہے۔ چونکہ کسی معاشرے کے سماجی سیاسی اور ثقافتی تصورات اس کے طریقہ پیداوار کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ اس لیے کسی بھی دور کے غالب تصورات اس طبقے کے غلبے کے تصورات ہوتے ہیں۔ چنانچہ نظریہ معاشرے میں طبقے کے غلبے کے حقیقی رشتے کا تصوراتی اظہار ہوتا ہے۔

ترقی کے خاص مرحلے میں پیداواری رشتے پیداواری قوتوں کے ارتقاء کا ساتھ نہیں دے پاتے۔ پیداواری رشتوں اور پیداواری قوتوں کا تضاد سیاست کی دنیا میں طبقاتی کشمکش کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جس میں ایک طبقہ معاشرے کے پرانے ڈھانچے کو محفوظ برقرار رکھنے کے لیے جدو جہد کرتا ہے۔ جبکہ تاریخی اعتبار سے ترقی یافتہ طبقہ معاشرے کو ایک بالکل نئے انداز میں ترتیب نو دینے کی کوشش کرتا ہے۔ ایسے ادوار میں ملکیت کی صورت میں محنت کی سماجی تقسیم، پیداواری رشتے، ریاستی ڈھانچہ اور غالب نظریہ سب کے سب ایک ڈرامائی تبدیلی سے گزرتے ہیں۔ یہی سماجی انقلابات کے زمانے ہوتے ہیں۔

پیداواری قوتوں اور پیداواری رشتوں میں مادی تضاد طبقاتی کش مکش کی صورت میں اظہار پاتا ہے۔ یہی وہ مرکزی جدل ہے جو تاریخ پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس خیال کو مارکس نے اس جملے میں جامع انداز میں بیان کیا ہے۔ ’’اب تک موجود تمام معاشروں کی تاریخ طبقاتی کش مکش کی تاریخ ہے‘‘۔ یہی ہماری جماعت کا رہنما فلسفہ ہے۔

نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تاریخی مادیت تاریخ کے بارے میں بدیہی نتائج کا مجموعہ نہیں ۔ بلکہ بنیادی طور پر تجزیے کا ایک سائنسی طریقہ ہے۔ ایک ایسا طریقہ جو دنیا کے معروضی طور پر موجود ہونے کو تسلیم کرتا ہے اور خیالات کی زندگی سے تصدیق و توثیق کو سچ کا واحد معیار مانتا ہے۔ یہ طریقہ علم کے حصول کی کاوش کو کبھی ختم نہ ہونے والا سفر تصور کرتا ہے۔ تاریخی مادیت خود کوئی معروضی سچ نہیں ہے۔ بلکہ یہ صرف ایک طریقہ ہے جس کے ذریعے انسان معروضی سچ کو تلاش کرسکتا ہے۔ اور مطلق سچ کو پانے کا اہل کبھی نہ ہوتے ہوئے ایک ختم نہ ہونے والے ارتقاء پذیر سفر میں اس کے نزدیک سے
نزدیک تر آجاتا ہے۔ تاریخی جدلیاتی مادیت کی سائنس کے ذریعے ہی دنیا بھر کے محنت کش طبقاتی استحصال کا خاتمہ کرسکتے ہیں۔

4۔ سرمایہ دارانہ نظام

سرمایہ دارانہ نظام طبقاتی معاشرے اور نجی ملکیت کی اعلیٰ ترین اور ترقی یافتہ ترین صورت ہے۔ سرمایہ دارانہ معاشرہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو نہایت بے رحمی سے دولت مندی اور غربت کے دو انتہائی مختلف قطبین کو جنم دے رہا ہے۔

اوکسفیم کی ایک رپورٹ کے مطابق 2016ء تک دنیا کی آبادی کے ایک فیصد حصے کے پاس باقی تمام دنیا سے زیادہ دولت ہے۔ ۵۰ افراد کے پاس اتنی دولت ہے جتنی ساڑھے تین ارب لوگوں کے پاس نہیں۔ جبکہ ۸۰ فیصد دنیا دس ڈالر (گیارہ سو روپے) روزانہ سے کم پر گزارا کر رہا ہے۔ 1

بڑی کارپوریشنوں اور بینکوں کے سامنے دنیا کے اکثر ملک بونے بن چکے ہیں۔ وال مارٹ کی آمدِ، ایک سو تاسی ملکوں کی خام قومی پیداوار سے زیادہ ہے۔ یا ہو منگولیا سے، ویز ازمبابوے سے، ای بے مڈغاسکر سے، نائیکی پیراگوئے سے، مکڈونلڈ زلٹویا سے، ایمیزون

کینیا سے، پیپسی اومان سے، ایپل ایکواڈور سے، مائیکروسوفٹ کروشیا سے، پروکٹر اینڈ گیمبل لیبیا سے، بینک آف امریکہ ویت نام سے، جنرل موٹرز بنگلہ دیش سے، جنرل الیکٹرک نیوزی لینڈ سے، اور فلپس پاکستان سے آمدنی کے اعتبار سے بڑی ہے۔2

تھامس پکیٹی نے اپنی انکشاف انگیز کتاب کیپیٹل ان دی ٹوینٹی فرسٹ سینچری میں نئے شماریاتی شواہد کے ذریعے بتایا ہے کہ دولت اور آمدنی کی عدم مساوات سرمایہ دارانہ نظام کا ناگزیر نتیجہ ہے۔

اطلاعات و ذرائع ابلاغ کی دنیا میں بھی ایسی ہی اجارہ داری دیکھی جا سکتی ہے۔ امریکا میں 6 کارپوریشنز ذرائع ابلاغ کے 90٪ حصے کی مالک ہیں 3۔ یہی کارپوریشنز عالمی ذرائع ابلاغ کے لیے ایجنڈا طے کرتی ہیں۔ یہ ایجنڈا انتہائی زہریلا کمیونزم دشمن اور قومی آزادی کی تحریکوں کو برباد کرنے والا رہا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ حکومتوں کو ختم کرنا اور دنیا بھر کے عوام کو قائل کرنا کہ سرمایہ دارانہ نظام واحد متبادل ہے۔ یہ سب اس ایجنڈے میں شامل رہا ہے۔

ٹھیک اسی زمانے میں ایک ارب بیس کروڑ انسان غربت کی لکیر سے نیچے یعنی ایک ڈالر روزانہ پر گزر بسر کر رہے ہیں۔ 800 ملین افراد کم خوراکی کا شکار ہیں۔ جبکہ 153 ملین بچے کم وزن والے ہیں۔ دنیا میں موجود کل غریب انسانوں میں سے 70٪ عورتیں ہیں۔ جو اس دعوے کی تضحیک ہے کہ سرمایہ دارانہ نظام میں صنفی مساوات حاصل کی جا سکتی ہے۔ 10 ملین بچے یعنی 30,000 روزانہ کی بنیاد پر ایسی اموات سے دوچار ہو رہے ہیں جنہیں بچایا جا سکتا ہے۔ ہر سال 536,000 عورتیں اور بچیاں حمل بچے کی پیدائش یا بچے کی پیدائش کے بعد کے 6 ہفتوں کے دوران پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کی وجہ سے مر جاتی ہیں۔ ان میں سے 99٪ اموات ترقی پذیر ملکوں میں واقع ہوتی ہیں۔ ترقی پذیر ملکوں میں

ایک ارب سے زیادہ (ہر پانچ میں سے ایک) افراد کو پینے کا صاف پانی دستیاب نہیں۔ جبکہ 4.2 ارب افراد نکاسی آب کی سہولت سے

محروم ہیں۔ یہ غربت و افلاس سرمایہ دارانہ نظام کی پیداوار ہے۔ 4

موجودہ زمانے کی سائنسی اور معاشی استعداد کے مطابق غربت ختم کرنے کے لیے ہر سال صرف 100 ارب ڈالر کی ضرورت ہے۔ اقوام متحدہ کے ملنیئیم ڈیویلپمنٹ گولز کے مطابق اس رقم سے انتہا درجے کی غربت اور فاقہ کشی کو ختم کرنے کے علاوہ تمام بچوں کو پرائمری تعلیم دی جاسکتی ہے۔ یہ رقم ڈویلپمنٹ اسسٹنس کمیٹی میں شامل ملکوں کی خام قومی پیداوار کے 5.0 فیصد کے برابر ہے۔ سرکاری طور پر فراہم کی جانے والی امداد مطلوب رقم کا نصف ہے۔ صرف پینٹاگون کا سالانہ بجٹ اگلے پانچ سال تک غربت ختم کرسکتا ہے۔

غیر حکومتی تنظیمیں (این جی اوز) سرمایہ دارانہ نظام برقرار رکھنے کے لیے عالمی اشرافیہ کی کوششوں کا لازمی حصہ ہے۔ این جی اوز سیکٹر کی عالم گیر قدر ایک کھرب ڈالر سالانہ ہے۔ اس شعبے میں تقریباً 19 ملین افراد کام کر رہے ہیں۔ اور یہ ہر سال ترقی پر 15 ارب ڈالر (عالمی بینک کے مساوی) خرچ کر رہا ہے۔ اب یہ شعبہ دنیا کی آٹھویں بڑی معیشت بن چکا ہے۔ دوسرے الفاظ میں این جی اوز کے شعبے کی مالیت کے مساوی رقم سے پوری دنیا کی غربت اگلے دس سال کے لیے ختم کی جاسکتی ہے۔

غربت کا بھوت جدید دنیا کو اس وجہ سے نہیں ڈرا رہا کہ اسے ختم کرنے کے وسائل موجود نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ معاشرہ کے وسائل پر مٹھی بھر اشرافیہ کا قبضہ ہے جبکہ معاشی امداد اور این جی اوز کو غربت ختم کرنے کی بجائے انسانوں کو غریب رکھنے والا نظام مضبوط بنانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ واضح کرنے کے لیے

مزید مثالوں کی ضرورت نہیں ہے۔ کہ سرمایہ دارانہ نظام تاریخی اعتبار سے فرسودہ ہو چکا ہے۔

یہ ایسا نظام ہے جو انسانوں کی بہت بڑی اکثریت کو غربت، محرومی اور محتاجی کی ذلتوں کا شکار بنا دیتا ہے جبکہ صرف ایک فیصد انسان شان وشوکت، دولت کی فراوانی اور اصراف کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ درحقیقت سائنس ٹیکنالوجی اور جدید صنعتوں کی تخلیق کردہ ناقابل یقین دولت اور پیداواری قوتوں نے طبقاتی معاشرے اور اس کی غربت و امارت کی انتہاؤں کو برباد کرنے کی معاشی بنیاد رکھ دی ہے۔ دنیا ایک نئے معاشرے کے لیے پکار رہی ہے، ایسا معاشرہ جہاں ایک انسان کی ترقی باقی تمام انسانوں کی ترقی کی اساس ہو۔ ایسے معاشرے کو اشتراکیت کہا جاتا ہے۔

ابھی چند ہی سال پہلے سرمایہ دار طبقہ کے نمائندوں نے فاتحانہ انداز میں اعلان کیا تھا کہ تاریخ کا خاتمہ ہو چکا ہے اور یہ کہ سرمایہ دارانہ نظام کا کوئی متبادل نہیں۔ یہ اعلانات آج کتنے احمقانہ لگتے ہیں جب لاطینی امریکہ سے لے کر یورپ تک نیولبرل سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف بڑے پیمانے پر عوامی مزاحمت بڑھ رہی ہے۔ بورژوازی کے کرائے کے ٹٹو دانشوروں کی طرف سے لاکھوں بار مردہ قرار دیئے جانے اور رد کر دیئے جانے کے باوجود کارل مارکس واپس آچکا ہے۔ اور وہ پہلے سے کئی گنا قوت کے ساتھ واپس آیا ہے۔

5۔ پاکستان کی صورتِ حال

پاکستان کے حریص، جاہل اور بے رحم طبقہ اشرافیہ نے اس کی ترقی میں ایسی خرابی ڈالی ہے کہ ملک بجلی، گیس، تعلیم، حفظانِ صحت اور بنیادی جمہوری حقوق سے محروم ہو چکا ہے۔ یہ بدانتظامی، بدعنوانی، نااہلی، خود پسندانہ، غرور تکبر، مجرمانہ غفلت، بدترین جہالت اور انتہائی حماقت کی عجیب وغریب کہانی ہے۔

مثال کے طور پر مذہبی انتہا پسندی کو دیکھیے۔ ریاست اور حکمران طبقے سرکاری اور

واضح پالیسی کے طور پر کئی عشروں سے اسے تقویت دے رہے تھے۔انہیں سٹریٹیجک اثاثے تصور کیا جاتا رہا۔جنہیں افغانستان، کشمیر اور حد تو یہ ہے دنیا کے دوسرے حصوں میں بھی پاکستان کی اسٹیبلشمنٹ کے ایجنڈے کو ترویج دینے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔لیکن افسوس ناک نتیجہ یہ نکلا کہ انھوں نے ملک کو خانہ جنگی کا شکار بنا ڈالا جس میں تقریباً 80 ہزار پاکستانی ہلاک ہو چکے ہیں۔سکیورٹی فورسز کے 5 ہزار 498 افراد نے زندگیاں کھوئی ہیں جبکہ 26 ہزار 862 دہشت گرد مارے گئے ہیں۔فرقہ وارانہ تشدد کے ملک بھر سے 144 واقعات رپورٹ ہوئے ہیں۔ جن میں سے تین فرقہ وارانہ جھگڑے تھے جب کہ باقی دہشت گردانہ حملوں کی ضمن میں آتے ہیں۔سندھ میں گیارہ گرجوں، گھروں اور مندروں کو حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔سیکورٹی کی قومی داخلہ پالیسی کے مطابق ملک بھر میں 60 کالعدم تنظیمیں کام کر رہی ہیں۔

جبکہ ہم عالمی برادری میں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔مذہبی انتہاپسندی کی وجہ سے مسیحی، ہندو، احمدی اور شیعہ کسی آئندہ حملے یا بلوے کے خوف سے سہمے رہتے ہیں۔ پولیو کے قطرے پلانے والے ورکرز کو قتل کیا جاتا ہے۔ہر مذہب اور برادری کے لوگ دہشت کی فضا میں جی رہے ہیں۔کیونکہ معصوم لوگ مساجد، مدارس، بازاروں، یونیورسٹیوں میں حتیٰ کہ بچے اب سکولوں میں مذہبی انتہاپسندوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔

اگرچہ پاکستان مذہبی انتہاپسندی کے ہاتھوں کسی بھی دوسرے ملک سے زیادہ بربادی کا شکار ہو چکا ہے۔لیکن پھر بھی بین الاقوامی برادری میں اسے دہشت گردوں کی آماج گاہ تصور کیا جاتا ہے۔

دہشت گردی کے خلاف جنگ میں ہمارا ملک ایک کھرب ڈالر کا نقصان اٹھا چکا ہے۔خیبر اور نارتھ وزیرستان ایجنسی کے کم از کم 25 لاکھ 60 ہزار افراد کو دہشت گردی کے خلاف آپریشن میں اپنا گھر بار چھوڑنا پڑا جبکہ فاٹا کے دوسرے علاقوں سے لاکھوں بے گھر

افراد اس کے علاوہ ہیں جن کو ابھی تک ان کے گھروں میں واپس نہیں پہنچایا جا سکا۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی 2014 کی رپورٹ کے مطابق شمالی وزیرستان کے آپریشن کی وجہ سے 9 لاکھ 50 ہزار افراد کو بے گھر ہونا پڑا۔ ان مہاجرین میں عورتوں اور بچوں کی تعداد 73 فی صد ہے۔ آرمی پبلک سکول پشاور میں ایک دہشت گردانہ حملے کے نتیجے میں 144 افراد شہید ہوئے جن میں زیادہ تر بچے تھے۔ اس جنگ کے ہماری کمزور جمہوریت پر بڑے گھرے اثرات مرتب ہوئے ہیں اور یہ ایک معجزے سے کم نہیں کہ اس صورت حال میں بھی جمہوریت کی کشتی ابھی تک ڈوبی نہیں ہے۔ سال 2014ء میں پاکستان میں پولیو کے 306 نئے کیسز دریافت ہوئے۔ پاکستان پولیو سے متاثرہ بدترین ملکوں میں سرفہرست آ گیا۔ یہ نئے دریافت شدہ کیسز پوری میں پولیو ٹیم کے ۵۶ کو طالبان نے قتل کیا۔ 2014 دنیا میں ملنے والے کیسز کا 86 فی صد ہیں۔

یہ سارا کھیل مقتدر طبقات اپنے اقتدار اور طاقت کو برقرار رکھنے کے لیے بڑی بے رحمی سی کھیل رہے ہیں۔ فوج خود کو مذہبی انتہا پسندی سے نجات دلانے والی عظیم نجات دہندہ قرار دیتی ہے۔ حالانکہ ستم ظریفی یہ ہے کہ ان مذہبی انتہا پسندوں کو وجود میں لانے کی ذمہ دار سب سے بڑھ کر تو وہ خود ہی ہے۔ نام نہاد افغان جہاد کے لیے فرنٹ لائن ریاست کا کردار ادا کرنے کا فیصلہ انہوں نے کیا اور موجودہ صورتحال میں فوجی آپریشنوں میں تاخیر کی گئی اور پھر ان میں ایسی بدانتظامی کی گئی کہ بیشتر دہشت گرد فوج کے قریب پہنچنے سے پہلے ہی فرار ہو گئے۔ لاکھوں بے گھر افراد مدد کے لیے بے چارگی سے در در پھرتے رہے۔ کیونکہ انہیں دی جانے والی امداد اتنے بھدے طریقے سے مہیا کی گئی کہ انہوں نے آئی ڈی پی کی حیثیت سے غیر یقینی زندگی بسر کرنے کی بجائے طالبان سے سمجھوتہ کرنے کو ترجیح دی۔ دھواں دھار تقریریں کرنے اور دنیا سے وعدہ وعید کے خوگر منتخب سیاستدان انتہا پسندی کے خلاف کش

مکش میں نہایت بودے ثابت ہو چکے ہیں۔

ملک کے سب سے بڑے اور سب سے طاقتور صوبے پنجاب کا وزیر اعلیٰ جو حکمران جماعت کا رہنما بھی ہے۔طالبان سے التجا کر رہا ہے کہ وہ اس کے صوبے کی جان بخشی کر دیں۔نیا پاکستان بنانے کی دعوے دار جماعت طالبان کی بے رحمی کے جواب میں ان کے ساتھ مذاکرات کرنے کی رحم دلانہ التجائیں کر رہی ہے۔اور انتہا پسندی کے لیے جواز تراش رہی ہے۔وہ لوگ جو ماضی میں دکھاوا کرتے تھے کہ وہ بائیں بازو سے تعلق رکھتے ہیں، انہوں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ مرکزی دھارے کی سیاست میں رہنے کے لیے اس ضرب المثل پر عمل کرنا ہوگا کہ روم میں رہتے ہوئے وہی کرو جو

رومی کر رہے ہوں۔وہ ''جمہوریت بہترین انتقام'' کے نعروں کے تحت اپنی جیبیں بھرنے میں لگے ہوئے ہیں۔اور محنت کشوں کی تکالیف کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کرتے۔امیروں کی نمائندہ سیاسی جماعتیں پاکستان کے محنت کشوں کو نجات نہیں دلا سکتیں۔

انتہا پسندی کے خلاف بولنے والے جری صحافیوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جا چکا ہے۔ اور جو باقی ہیں وہ اصل ذمہ داروں یعنی عسکری ہیئت حاکمہ یا مذہبی بنیاد پرستوں کی طرف سے نظریں چراتے ہوئے بدعنوان پارلیمانی نظام پر تنقید کے کھیل میں حصہ ڈال کر خوش ہیں۔ پاکستان کو دنیا بھر میں صحافیوں کے لئیے سب سے خطرناک ملک قرار دیا گیا ہے۔

صرف 2014 میں یہاں 14 صحافیوں اور صحافتی کارکنوں کو قتل کیا گیا۔ان میں سے ایک حملے میں ہیومین رائٹس کمیشن آف پاکستان کے کارکن راشد رحمن ایڈووکیٹ شہید ہوئے۔

مشرقی پاکستان اور مذہبی انتہا پسندی کا مقابلہ نہ کر پانے جیسے تجربوں سے ذرا سا بھی سبق حاصل نہ کرنے والی ہئیت حاکمہ اور حکمران طبقہ بلوچستان کے معاملے میں بھی

معاشرہ کو تباہ کرنے کے راستے پر گامزن ہے۔ بلوچستان پر قومی قبضے نے بلوچ کو پاکستان سے اس قدر بیگانہ کر دیا ہے کہ ان کا اس کے ساتھ کوئی نظریاتی تعلق واسطہ باقی نہیں رہا۔ اس معاملے پر مکالمہ کرنے کے لیے سراسر غیر آمادہ فوجی ہئیت حاکمہ صورت حال کو مزید خراب کر رہی ہے۔ سیاسی کارکنوں پر تشدد کیا جا رہا ہے اور فوجی آپریشن کیے جا

رہے ہیں۔ بلوچستان اور گلگت بلتستان میں زائرین کے قافلوں کو سخت سکیورٹی حصار میں سفر کرنا پڑتا ہے اور" مارو اور پھینک دو" کی پالیسی جاری ہے۔ پارلیمان کے منتخب نمائندے ان المناک واقعات کو ایسے بے بسی سے دیکھ رہے ہیں گویا ان کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ حکمران طبقے کی اس پالیسی کی وجہ سے بلوچستان کے مجبور و محروم افراد کی جدو جہد قوم پرستی اور قومی شناخت کے دائرے میں گھوم رہی ہے اور ملک کے دیگر خطوں کے محروم طبقات کو انکے ساتھ اتحاد بنانے میں مشکلات درپیش ہیں۔

پاکستان میں جبر زدہ قومیتوں اور نسلی اکائیوں کو خاطر خواہ خوش حالی اور ترقی مہیا کرنے میں ناکام حکمران طبقے کا خیال ہے کہ وہ کشمیر کے عوام کو آزادی دلانے کے لیے لڑ رہا ہے۔ کشمیر کے عوام تو پاکستان کے قبضے سے بھی اتنے ہی خوف زدہ ہیں جتنا کہ بھارت کے قبضے سے۔ اس مغالطے کے تحت وہ ہتھیار جمع کرنے کے ایک ایسے انتہائی مہنگے اور سراسر غیر ضروری مقابلے میں شریک ہیں۔

طبقاتی سماج میں جہاں معاشی اور سماجی بے انصافی عام ہوتی ہے وہاں انصاف کے حصول کا نظام بھی انتہائی مشکل اور مہنگا ہوتا ہے جس میں سے امیر افراد تو مکھن سے بال کی طرح بچ نکلتے ہیں مگر غریب سال ہا سال وقت اور پیسہ برباد کر کے بھی انصاف سے محروم رہتے ہیں۔

پاکستان جیسے طبقاتی اور ملکیتی معاشرے میں عورتیں اور بچے دوہرے جبر کا شکار

ہوتے ہیں۔ایک جانب تو غربت اُن کی محرومی کا باعث ہوتی ہے، دوسری طرف اُن کی کمزوری طاقتور کے ہاتھوں اُن کے مزید استحصال کا باعث بنتی ہے۔

عورتوں اور بچیوں پر کیے جانے والے تشدد کو رکوانے کے لیے انگلی تک نہیں اٹھائی گئی۔ پورے ملک میں زنا بالجبر، غیرت کے نام پر قتل، تیزاب پھینکنا، گھریلو تشدد اور جبری شادیاں روزانہ کا معمول بن چکی ہیں۔غیرت کے نام پر ہر سال تقریباً 1000 عورتوں کو ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ ہلاک کیے جانے سے پہلے ان میں سے بعض عورتوں کے ساتھ زنا یا اجتماعی زنا کیا جا چکا ہوتا ہے۔درج کروائی جانے والی رپورٹوں کے مطابق ہر سال 1600 عورتوں کے ساتھ زنا کیا جاتا ہے۔زنا کے بے شمار واقعات کی رپورٹ درج ہی نہیں کروائی جاتی.مگر رپورٹ کیس کے مطابق 597 عورتوں اور لڑکیوں سے اجتماعی زیادتی کی گئی۔828 سے زیادتی کی گئی جبکہ 36 کو سر عام برہنہ کیا گیا۔923 خواتین اور 82 کم عمر لڑکیوں کو غیرت کے نام پر قتل کیا گیا۔پاکستان میں تیزاب پھینکنے کے 114 واقعات ہوئے جن کی وجہ 159 افراد اس کا شکار بنے اور 7 عورتیں تیزاب پھینکنے کے واقعات میں موت کا شکار ہوئیں۔جہاں تک صنفی امتیاز کا تعلق ہے عورتوں کی معاشی حصہ داری اور مواقع کے اعتبار سے پاکستان دنیا کا دوسرا التعلیم تک یکساں رسائی کے اعتبار سے آٹھواں بدترین ملک ہے (گلوبل جنڈر گیپ کی 2014 کی رپورٹ کے مطابق)۔جبکہ حفظان صحت اور جان بچانے کے اعتبار سے فہرست نیچے کی طرف سے تیرھواں بدترین ملک ہے۔بچپن میں موت کی شرح پاکستان میں 95 فی ہزار ہے جبکہ دیگر ممالک میں یہ شرح 60 فی ہزار ہے۔زچگی کے دوران اموات کی شرح 276 فی لاکھ ہے جس کی سب سے بڑی وجہ کم عمری کی شادی ہے۔عوام کے لیئے مکانات کی فراہمی اور تعمیر کے لیئے حکومت کل قومی پیداوار کا محض ایک فی صد خرچ کرتی ہے۔سال 2015 کے دوران تھرپارکر میں

650 بچے خشک سالی، کم خوراکی اور زچگی کے دوران بے احتیاطی کی وجہ سے موت کا شکار ہوئے۔ ساحل کے مطابق بچوں کے ساتھ جنسی زیادتی کے 311 واقعات ہوئے۔ گلوبل سلیوری (عالمی غلامی) نامی تنظیم کے 2014 کے اشاریئے کے مطابق پاکستان کا نمبر اس حوالے سے چھٹا ہے جہاں چائلڈ لیبر بہت نمایاں ہے۔ ملک بھر میں 1126 کم عمر بچے جیل میں ہیں۔ اکیسویں صدی میں داخل ہوتے وقت پاکستان میں عورتوں کی حالت ایسی ہے۔

محنت کشوں نے جو مراعات سرمایہ داروں سے صدیوں کی جدوجہد کے بعد حاصل کی ہیں پاکستان کے سرمایہ دار اِن کو بھی برداشت کرنے کے لیئے تیار نہیں۔ محنت کے قوانین اور ٹریڈ یونینوں کے خلاف زہریلا پراپیگنڈہ کرتے ہوئے انہیں معیشت کی ترقی کے لیے نقصان دہ قرار دیا جاتا ہے۔ محنت کشوں کی تنظیموں اور ٹریڈ یونینوں کی خبریں مرکزی دھارے کے ذرائع ابلاغ بہت ہی کم شائع اور نشر کرتے ہیں۔ محنت کشوں کے حقیقی نمائندوں کو یا تو ملازمت سے نکال دیا جاتا ہے یا پھر ان کا تبادلہ کر دیا جاتا ہے۔ جیلوں میں ڈلوا دیا جاتا ہے جبکہ پاکٹ یونینوں کو بڑھاوا دیا جاتا ہے جو محنت کشوں کے تحفظ کے لیے کوئی کام نہیں کرتیں۔ انٹرنیشنل ٹریڈ یونین کنفیڈریشن کے گلوبل رائٹس اشاریئے کے مطابق پاکستان نمبر چھ پر ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ مزدور حقوق کی منظم انداز میں خلاف ورزی پاکستان میں عام ہے۔

قدرتی آفات کا نشانہ بھی غریب اور محروم طبقات ہی بنتے ہیں۔ مسلسل 4 سالوں سے آنے والے سیلاب نے 25 لاکھ افراد کو متاثر کیا ہے اور 5 لاکھ سے زائد افراد اس کے نتیجے میں بے گھر ہوئے ہیں جن میں زیادہ تعداد صوبہ پنجاب کے رہائشیوں کی ہے۔ دوسری طرف سندھ میں تھر اور پنجاب میں چولستان میں خشک سالی کی صورت حال پیدا ہونے کی وجہ

سے لاکھوں افراد کو اپنے گھروں سے ہجرت کرنا پڑی۔

ٹریڈ یونینوں پر تو الزام لگایا جاتا ہے کہ ان کی وجہ سے معاشی ترقی کی رفتار گھٹ جاتی ہے لیکن ہمارے معاشی منصوبہ سازوں کی بدانتظامی اور انتہائی نااہلی اس حقیقت سے جانچی جا سکتی ہے کہ پاکستان وہ ملک ہے جس کے پاس ایٹمی طاقت تو ہے لیکن بجلی نہیں ہے۔ پاکستان کے پاس خطے میں گیس کے بڑے ذخائر ہیں مگر یہاں گیس بھی دستیاب نہیں ہے۔

عوام کا ایک چوتھائی سے ایک تہائی تک حصہ غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہا ہے۔ غربت اور بے روزگاری بڑھ رہی ہی جبکہ امیر لوگ بحریہ ٹاون جیسی فصیل بند آبادیوں میں بنائے گئے محلات میں زندگی بسر کر رہے ہیں شہر کے باقی حصوں میں منصوبوں کے بغیر ہونے والی شہری ترقی نے آبادی گنجائش سے زیادہ بڑھا دی ہے اور بنیادی ڈھانچہ انتہائی کمزور ہو چکا ہے۔ آبادی بڑھ رہی ہے، کچرے کو موزوں طریقے سے ٹھکانے نہیں لگایا جاتا، پانی اور نکاسی آب کے پائپ بوسیدہ ہو چکے ہیں اور کارخانوں سے زہریلے دھوئیں اور زہریلے مواد کے اخراج کو روکنے کے لیے قانون پر عمل ہی نہیں کیا جاتا۔ سرکاری دفاتر میں بے شمار لوگ قطاروں میں کھڑے انتظار کرتے رہتے ہیں کہ ان کا مسئلہ حل کیا جائے جن لوگوں کو بیرون ملک بہتر ملازمت مل

جاتی ہے وہ لمحہ بھر سوچے بغیر ملک چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ سفارت خانوں کے باہر ہزاروں لوگوں کو قطاروں میں کھڑا دیکھا جا سکتا ہے جو ملک سے باہر کام کرنے اور رہنے کے لیے ویزا لگوانے آئے ہوتے ہیں۔

سرکاری شعبہ تعلیم جہاں غریبوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں کی حالت نہایت خراب ہے۔ اُن سکولوں کو بھی نجکاری کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے۔ الف اعلان نے ایک تحقیق

کے ذریعے بتایا کہ پاکستان میں ڈھائی کروڑ بچے سکول کا منہ ہی نہیں دیکھ سکے۔ اور یہ کل بچوں کی تعداد کا 47 فی صد ہے۔ پاکستان سکول نہ جانے والے بچوں کی تعداد کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہے جبکہ پہلا نمبر نائیجیریا کا ہے۔ پاکستان میں صوبائی اور مرکزی حکومتوں نے تعلیم کے لئیے جو بجٹ مختص کیا وہ جنوبی ایشیا میں سب سے کم ہے۔ یہ کل قومی پیداوار کا محض ۲ فیصد ہے۔

اعلیٰ ثانوی درجے کی عمر کے تقریباً 85٪ نوجوان سکول نہیں جاتے۔ امیر لوگ اپنے بچوں کو مہنگے نجی سکولوں اور یونیورسٹیوں میں تعلیم دلوا رہے ہیں۔ جب کہ غریبوں کو غیر معیار تعلیم کے علاوہ غلط معلومات اور جھوٹ کی ضرر رساں پھکیاں دی جا رہی ہیں۔ سکول کھلے رکھنے کے لئیے مسلح چوکیاں قائم کرنا پڑتی ہیں۔ تعلیم کے حصول کی خواہش رکھنے والی لڑکیوں کو سر میں گولی کھانی پڑتی ہے۔ بچوں کی حفاظت کے لئیے اساتذہ کو مسلح کرنا پڑا۔ اقلیتوں کو خوف کے عالم میں زندگی گزارنا پڑتی ہے اور یہ خوف صرف دہشت گردوں کی طرف سے نہیں ہے بلکہ ہجوم کی جانب سے حملہ آور ہونے کا بھی ہے۔ زندہ رہنے کے لئیے میڈیا سچ بولنے سے کتراتا ہے۔ اہم شخصیات کے قتل اور اغوا
کے بعد امتیازی قوانین کے خلاف اٹھنے والی آوازیں بھی خاموش ہوگئی ہیں۔

ضیاء کے زمانے سے پابندیوں سے دو چار فنون وثقافت کو جاہلانہ کاروباری اور مذہبی جہالت مل کر تقریباً فنا کر چکے ہیں۔ اس کی جگہ واحد کلچر نے لی ہے اور وہ ہے کرپشن کا کلچر جو اس قدر چھا چکا ہے کہ حد تو یہ ہے کھیلوں کی ٹیمیں بھی پیسہ کمانے کی ہوس میں میچ فکسنگ اور جوئے میں باقاعدہ ملوث ہو چکی ہیں۔

جاگیردار بادشاہوں کی طرح اپنے مزارعوں پر حکومت کر رہے ہیں۔ پاکستان میں تقریباً بیس لاکھ انسان غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ پاکستان ان ملکوں میں شامل

ہے جہاں جبری مشقت کی شرح سب سے زیادہ ہے اور جبری مشقت کے شکار لوگوں کی تعداد بھی سب سے زیادہ ہے۔ملک میں نہ صرف جاگیرداروں بلکہ بھٹہ مالکان کی بھی نجی جیلیں ہیں اور وہ اپنے معتوبین کو کوڑے مرواتے اور زدوکوب کرواتے ہیں۔اس سب کے باوجود نہ تو ان کو ختم کرنے کے لیے کچھ کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی کیا جا سکے گا کیونکہ یہی جاگیردار اور بھٹہ مالکان پاکستان کی سیاسی جماعتوں پر غلبہ پائے ہوئے ہیں۔

یہ صورت حال اور مزید بہت کچھ ملک کے عوام کے علم میں ہے۔مذہبی بنیاد پرستی،فوجی آمریت،سامراجیت،سرمایہ داروں اور جاگیرداروں جیسی رجعتی سیاسی قوتوں نے ملک کے عوام کو اس قدر تباہ و برباد کر دیا ہے کہ اس کا سماجی تانا بانا مکمل بربریت اور انارکی کی اتھاہ پستی میں گرنے والا ہے۔عوام جانتے ہیں کہ حکمران اشرافیہ اور ہیئت حاکمہ کے سوا کوئی بھی اس صورت حال کا ذمہ دار نہیں لیکن حقیقی ترقی
پسند متبادل نہ ہونے کی وجہ سے وہ بہتری اور راحت کی آرزو میں بار بار انہیں جابروں کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔اس تناظر میں انتہائی ضروری ہے کہ پاکستان میں انقلابی تحریک کا احیا کیا جائے۔

6۔کیا کیا جائے؟

ایسا کیوں ہے کہ سیاسی جماعتوں کے اچھے ارادے سے تجویز کردہ کارگر پالیسیاں بے نتیجہ رہتی ہیں؟ ایسا کیوں ہے کہ تمام شاندار تقاریر و بیانات اور جماعتی دستاویز بے اثر رہتی ہیں۔ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ جب تک پاکستان کا طبقاتی ڈھانچہ تبدیل نہیں ہو گا تب تک تمام پالیسی تبدیلیاں قانونی تبدیلیاں اور حد تو یہ ہے ادارہ جاتی تبدیلیاں بھی عوام کی وسیع اکثریت کے لیے نسبتاً غیر اہم نتائج ہی کو جنم دیں گی۔صرف طبقاتی ڈھانچے میں تبدیلی سے ہی

دوسری تمام ترقی پسندانہ تبدیلیاں ممکن ہو پائیں گی۔ چنانچہ حکمران طبقے کو اقتدار اور مراعات سے محروم کر کے عوام کو اقتدار میں لانا ہماری جماعت کا بنیادی مقصد ہے۔

1۔عوامی جمہوری ریاست

ریاست صرف اس وقت جمہوری بنتی ہے جب وہ طبقاتی جبر کے خلاف املاک سے محروم طبقے کی منظم قوت بن جاتی ہے۔ ہم تاریخ کے جس عہد میں جی رہے ہیں۔ اس میں ریاست اور معاشرے کی طبقاتی بنیادوں کے تناظر میں جمہوریت پذیری کے لیے کی جانے والی تمام تبدیلیاں بالکل بے نتیجہ ہیں۔ لہذا پاکستان کے لیے جو اولین اور اہم ترین تبدیلی ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ ریاستی اقتدار و اختیار اور قوت محنت کش طبقات کے ہاتھوں میں ہو۔ ریاست کو اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہونا چاہیے کہ محنت کش استحصال اور جبر سے اپنے آپ کو بچانے کے لیے منظم ہوں۔ صرف ریاست کی صورت میں منظم ہونے والے محنت کش طبقات استحصال اور طبقاتی جبر کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔

1.1

پاکستان عوام، محنت کشوں، مزدوروں اور کسانوں کی عوامی جمہوری ریاست ہو گا۔

2.1

تمام اقتدار و اختیار مقامی، صوبائی اور وفاقی سطح پر محنت کش عوام کے منتخب نمائندوں کے ذریعے محنت کش عوام کے پاس ہو گا۔

3.1

عوام عوامی جمہوری تنظیموں کی صورت میں منظم ہوں گے جو منتظمہ و مقننہ کے اختیارات استعمال کرتے ہوئے براہِ راست جمہوریت کو رائج کریں گی۔

4.1

رائے دہندگان ہمہ گیر، براہِ راست، مساوی حق رائے دہی اور خفیہ بیلٹ کے ذریعے ریاست کے تمام نمائندوں کو منتخب کریں گے۔ عورتوں کو انتخاب کا حق ہوگا اور وہ مردوں کے مساوی منتخب ہوسکیں گی۔

5.1

انتخاب کے لیے امیدواروں کو انتخابی علاقوں کے مطابق نامزد کیا جائے گا۔ امیدوار نامزد کرنے کا اختیار عوامی تنظیموں اور محنت کشوں کی تنظیموں کو ہوگا۔

6.1

اٹھارہ سال کی عمر کے تمام شہری بلاامتیاز نسل، قومیت، مذہب، تعلیم، رہائش وسماجی پس منظر، املاکی حیثیت، ماضی کی سرگرمیوں کے نمائندوں کے انتخاب میں ووٹ دینے اور منتخب ہونے کے حق دار ہوں گے۔ (سوائے ذہنی مریض افراد اور سنگین جرائم کا ارتکاب کرنے والے اشخاص کے)۔

7.1

ریاست کے تمام ادارے قابل احتساب ہوں گے اور ان کے دروازے محنت کشوں اور کسانوں کے لیے کھلے ہوں گے۔

8.1

ریاست کے کسی بھی نمائندے کو ہنرمند مزدور کی اجرت سے زیادہ کوئی مشاہرہ وغیرہ نہیں دیا جائے گا۔

9.1

عوام کو حق ہوگا کہ اگر کوئی نمائندہ اپنے رائے دہندگان کا اعتماد کھو چکا ہو تو اسے کسی بھی وقت

رائے دہندگان کی اکثریت کے فیصلے سے منظور شدہ قانون کے مطابق حق نمائندگی سے محروم کر دیا جائے۔

10.1

تمام مذہبی برادریوں کے لیے ریاست غیر جانب دار ہوگی اور مذہبی معاملات میں کسی بھی اندازمیں دخل اندازی نہیں کرے گی۔ ریاست تمام مذاہب کےلوگوں کے
درمیان رواداری کوفروغ دے گی۔

11.1

ریاست کے تمام عہدے طبقے،نسل،قوم اور صنف کے امتیاز کے بغیر عوام کے لیے کھلے ہوں گے۔

12.1

ریاست کی تمام سطحوں پر تمام منتخب نمائندوں کا کم ازکم ایک تہائی حصہ خواتین کے لیے مختص ہو گا۔

13.1

ملک ایک آزادانہ خارجہ پالیسی پر عمل کرے گا جو سامراجیت اور سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف سوشلسٹ اور قومی آزادی کی تحریکوں کی حمایت کرے گی۔

14.1

عوامی جمہوری ریاست عوامی عدالتوں کی اساس پر ایک نیا جمہوری نظامِ انصاف وضع کرے گی۔ضلع کے شہری ہمہ گیر،براہِ راست اور مساوی حق رائے دہی کے تحت خفیہ بیلٹ کے ذریعے تین سال کی مدت کے لیے عوامی عدالتوں کا انتخاب کریں گے۔جب تک کہ قانون میں دوسری صورت تجویز نہ کی گئی ہو عوامی عدالتیں مقدمات عوام کے سامنے سنیں گی اور ملزم کو

وکیل کے ذریعے دفاع کے حق کی ضمانت ہوگی۔جج آزاد اور صرف قانون کے تابع ہوں گے۔

2۔شہریوں کے بنیادی حقوق

1.2

شہریوں کو کام کرنے ملازمت کرنے اپنے کام کی جائز اجرت حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ معیشت کو سوشلسٹ بنیادوں پر از سرِ نو استوار کر کے شہریوں کی کام کرنے کے حق تک رسائی یقینی بنائی جائے گی۔ یہ معیشت پیداوار بڑھائے گی۔معاشی،بحرانوں کو ختم کرے گی اور بے روزگاری مٹا دے گی۔

2.2

شہریوں کو آرام اور تفریح کا حق ہوگا جسے 8 گھنٹوں کے کام اور سالانہ باتنخواہ چھٹیوں کے ضابطے کے سختی سے اطلاق کے ذریعے یقینی بنایا جائے گا۔

3.2

شہریوں کا حق ہوگا کہ انہیں بڑھاپے میں یا بیماری میں یا کام کرنے کی استعداد سے محروم ہونے کی صورت میں سہولیات فراہم کی جائیں۔ یہ حق ریاست کے خرچ پر سماجی بہبود کے منصوبوں کی ترقی اور انشورنس کے ذریعے یقینی بنایا جائے گا۔

4.2

ریاست عوام کو بلا معاوضہ طبی خدمت مہیا کرنے کے لیے قواعد وضوابط بنائے گی۔

5.2

شہریوں کو تعلیم حاصل کرنے کا حق ہوگا۔ یہ حق ہمہ گیر،لازمی ابتدائی تعلیم کے ذریعے

بلا معاوضہ تعلیم بشمول اعلیٰ تعلیم کے ذریعے کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبا کی بہت بڑی اکثریت کے لیے ریاستی وظائف کے ذریعے، سکولوں میں مقامی زبانوں میں تعلیم دیئے جانے کے ذریعے اور کارخانوں، ریاستی فارموں اور اجتماعی فارموں میں محنت کش عوام کو بلا معاوضہ پیشہ ورانہ، تکنیکی اور زرعی تربیت دیئے جانے کے ذریعے یقینی بنایا جائے گا۔

6.2

تمام سکولوں میں جدید سائنسی تعلیم دی جائے گی۔ سائنس اور ٹیکنولوجی پر خصوصی توجہ دی جائے گی۔

7.2

عورتوں کو معاشی ریاستی، ثقافتی، سماجی اور سیاسی زندگی کے تمام شعبوں میں مردوں کے مساوی حقوق دیئے جائیں گے۔ عورتوں کے لیے ان حقوق پر عمل یقینی بنانے کے لیے انہیں مردوں کے مساوی کام کی اجرت، آرام اور تفریح، سماجی انشورنس اور تعلیم کے حقوق دیئے جائیں گے۔ نیز ماں اور بچے کے مفاد بچے کی پیدائش سے پہلے اور بچے کی پیدائش کے لیے پوری تنخواہ کے ساتھ چھٹی اور میٹرنٹی ہومز، نرسریوں اور کنڈرگارٹنوں کا وسیع نیٹ ورک مہیا کرنے کو ریاستی تحفظ دیا جائے گا۔ ریاست یہ امر یقینی بنائے گی کہ بچے کی پرورش کا مالی بوجھ صرف اور صرف ماں کی ذمہ داری تصور کیے جانے کی بجائے اس کا شوہر اور معاشرہ بھی یہ بوجھ اٹھائے۔

8.2

معاشی، ریاستی، ثقافتی اور سیاسی زندگی کے تمام شعبوں میں شہریوں کی قومیت یا نسل کا لحاظ کیے بغیر مساوی حقوق حاصل ہوں گے اور حقوق کی یہ برابری ایک ناقابل تنسیخ قانون ہو گی۔ شہریوں کی نسل یا قومیت کی بنیاد پر ان کے حقوق کی براہِ راست یا بالواسطہ تجدید یا انہیں

مراعات دینا نیز نسلی یا قومی اختصاص کی وکالت کرنا یا نفرت اور حقارت ریاست کے خلاف جرم اور قانون کی قابل سزا اخلاف ورزی ہوگی۔

9.2

جبری مشقت کی تمام اشکال کا مکمل خاتمہ کیا جائے گا۔

10.2

شہریوں کو مذہب پر عمل کرنے یا نہ کرنے کی مکمل آزادی ہوگی۔

11.2

عورتوں اور اقلیتوں کے خلاف تمام امتیازی قوانین منسوخ کر دیے جائیں گے۔

12.2

تمام شہریوں کو گفتگو اور تقریر کی آزادی، اخبار و جرائد کی آزادی، اجتماع کی آزادی بشمول عوامی جلسوں کی آزادی، جلوسوں اور مظاہروں کی آزادی کی ضمانت دی جائے گی۔

13.2

شہریوں کو عوامی تنظیموں، ٹریڈ یونینوں، سٹوڈنٹ یونینوں، امداد باہمی کی تنظیموں، کمیونٹی آرگنائزیشنز، نوجوانوں کی تنظیموں، سپورٹ اینڈ ڈیفنس آرگنائزیشنز، ثقافتی تکنیکی اور سائنسی سوسائیٹیوں وغیرہ کی صورت مجتمع ہونے کا حق ہوگا۔

14.2

شہریوں کو شخصی آزادی کی ضمانت دی جائے گی۔کسی بھی شخص کو گرفتاری کے وارنٹ کے بغیر گرفتار نہیں کیا جاسکے گا۔

15.2

شہریوں کے گھروں اور مراسلت کی پرائیویسی کا قانون کے ذریعے تحفظ کیا جائے گا۔

16.2

ملک کا دفاع سوشلسٹ پاکستان کے ہر شہری کا مقدس فرض تصور کیا جائے گا۔

3۔وفاقی ڈھانچہ اور قوموں کے حقوق

عوامی جمہوری ریاست کی اساس اس فہم پر ہوگی کہ ملک ایک کثیر المذہبی اور کثیر القومی معاشرہ ہے۔

1.3

عوامی جمہوری پاکستان میں مذہب، قوم، ذات نسل، رنگ، جنس، زبان کی بنیاد پر کسی قسم کا امتیازی سلوک جرم سمجھا جائے گا۔

2.3

پاکستان ایک وفاقی ریاست ہوگا۔عوامی جمہوری ریپبلکس رضا کارانہ طور پر اس سے الحاق کریں گی۔تمام ریپبلکس کو یکساں حقوق حاصل ہوں گے۔

3.3

مکمل وفاقی ریاست عوامی جمہوری پاکستان کے اندر تمام قومیتوں کو ریفرنڈم کے ذریعے اپنی حیثیت کا تعین خود کرنے کا آئینی حق ہوگا۔

4.3

مرکزی حکومت کے دائرہ اختیار میں یہ امور ہوں گے:

ا۔دفاع وسلامتی: بین الاقوامی تعلقات، نئی ریپبلکوں کو شامل کرنا اور خود مختار علاقوں کے مابین سرحدوں کا تعین۔

۲)معاشی پالیسی: غیر ملکی تجارت، بینکوں اور قرضوں کی پالیسی، ٹرانسپورٹ، معاشی وسائل

کے استعمال کے لیے بنیادی اصولوں کا تعین، ریاستی انشورنس،قومی معاشی اعداد وشمار۔
۳)عدالتی نظام اور عدالتی طریقہ کار، آئین پر عمل درآمد۔ان امور کے سواہر عوامی جمہوری ری پبلک آزادانہ طور پر ریاستی اختیار استعمال کرے گی بشمول اپنا آئین بنانے کے (جو قومی آئین سے مکمل ہم آہنگی رکھتا ہو)۔

5.3

پاکستان کے اندر تمام قوموں کو اپنی حدود میں موجود وسائل استعمال کرنے کا پہلے حق ہو گا۔

6.3

ریاست اور پسماندہ علاقوں کو باقی ملک کے مساوی ترقی دینے کے لیے وہاں غیر متناسب حد تک زیادہ ڈیولپمنٹ کرے گی۔

7.3

پاکستان کے اندر کسی بھی عوامی جمہوری ری پبلک کے علاقے میں اس کی مرضی کے بغیر تبدیلی نہیں کی جائے گی۔

8.3

ریاست کے منظور کردہ تمام قوانین پاکستان کی تمام زبانوں میں شائع کیے جائیں گے۔

9.3

پاکستان کی تمام زبانوں کو سرکاری اور قومی زبانیں تسلیم کیا جائے گا۔

4۔عوامی جمہوری معیشت

سرمایہ دارانہ، جاگیردارانہ اور سامراجی نظام کو ختم کر دیے جانے سے استحصال کا خاتمہ ہو

جائے گا اور ہر کسی سے اس کی استعداد کے مطابق کام لینے اور ہر کسی کو اس کے کام کے مطابق اجرت دینے کے اصول کی بنیاد پر عوامی جمہوریت قائم کی جائے گی۔ سوشلسٹ جائیداد کوآپریٹو، کلیکٹو اور ریاست جائیداد کی صورت اختیار کر لے گی۔

1.4

زمین اس کے اندر موجود قدرتی ذخائر، دریا، سمندر، جھیلیں وغیرہ جنگل، ملیں، فیکٹریاں، کانیں، ریل، بحری اور فضائی ٹرانسپورٹ، بینک، ڈاک خانہ، ٹیلی گراف اور ٹیلی فون، ریاست کے زیرِ انتظام بڑی زرعی انٹرپرائزز، میونسپل انٹرپرائزز اور شہروں میں موجود مکانات تمام عوام کی ملکیت میں آجائیں گے۔

2.4

سوشلسٹ معیشت کی غالب صورت کے ساتھ ساتھ چھوٹے اور درمیانے درجے کے نجی کاروباری اداروں کو سوشلسٹ ریاست کے وضع کردہ قوانین محنت کے تحت قائم کرنے کی اجازت ہوگی۔

3.4

شہریوں کے اپنے کام سے ہونے والی آمدنی اور بچت، ذاتی رہائش کے مکانات اور گھریلو کاروبار سے ہونے والی آمدنی اپنے گھروں کے فرنیچر، برتنوں اور ذاتی استعمال کی چیزوں کی شخصی ملکیت کے حق کو قانون کے ذریعے تحفظ دیا جائے گا۔

4.4

پاکستان کی معاشی زندگی کا انتظام مرکزی منصوبہ سازی کے ذریعے چلایا جائے گا۔ جس کے تحت پیداوار، آزادی، دفاعی اہلیت اور ملک کے تمام شہریوں کی بہبود میں اضافہ کیا جائے

گا۔

5.4

پاکستان کے تمام بڑے سرمایہ داروں کے بڑے صنعتی اثاثوں کو عوام کے کنٹرول میں لے لیا جائے گا اور ایک مرکزی منصوبے کے تحت ان کا انتظام چلایا جائے گا۔

6.4

ترقی پسندانہ ٹیکسوں اور ریاست کے زیرِانتظام صنعتوں کے منافعوں سے حاصل ہونے والے محصولات سے ایسی صنعتیں لگائی جائیں گی۔ جو ہائی ٹیکنالوجیکل پیداوار دیں۔ اس
طرح معاشی مساوات اور مواقع کی مساوات برقرار رکھتے ہوئے پیداوار میں اضافہ کیا جائے گا۔

7.4

تمام بینکوں کو قومی تحویل میں لے کر اسٹیٹ بینک کے کنٹرول میں دے دیا جائے گا۔

8.4

مالی قرضوں کی بنیاد پر سود کمانے کو مکمل ختم کر دیا جائے گا۔ بہر حال چھوٹے اور درمیانے کاروباری اداروں کو نفع نقصان میں شراکت کی بنیاد پر قرض دیے جائیں گے۔

9.4

پورے پاکستان میں جامع اصلاح اراضی کی جائے گی جس کا کوئی زرتلافی مہیا نہیں کیا جائے گا۔ نجی زرعی فارموں کی حد مقرر ہوگی۔ جاگیرداری نظام کا مکمل خاتمہ کیا جائے گا۔

10.4

پانچ سال سے زیادہ پرانے زرعی قرض معاف کر دیے جائیں گے۔

11.4

زراعت کو زرعی کوآپریٹو، اجتماعی فارموں اور ریاستی فارموں کی صورت میں از سرِ نو منظم کیا جائے گا۔

12.4

دفاعی اخراجات اور روایتی فوج میں کمی کی جائے گی اس کے بجائے عوامی جمہوری حکومت ملک کو دفاعی استعداد مہیا کرنے کے لیے عوام کو تربیت و تحریک دے کر اور منظم کر کے شہری ملیشیا بنائے گی۔

پاکستان مزدور کسان پارٹی

عوامی جمہوریت، مساوات، اشتراکیت

آئین

دفعہ 1

نام

پارٹی کا نام "پاکستان مزدور کسان پارٹی" ہوگا۔

دفعہ 2

مقصد

پاکستان مزدور کسان پارٹی پاکستان کے محنت کش عوام کا انقلابی ہراول دستہ ہے۔ پارٹی عوامی جمہوریت، مساوات اور اشتراکیت کے اصول پر حقیقی یقین رکھے گی اور ان پر عمل کرے گی۔ محنت کش طبقے کا اقتدار قائم کر کے سوشلزم اور کمیونزم کا اطلاق اس کا حتمی مقصد ہے۔ پارٹی اپنی تمام سرگرمیوں کے لیے تاریخی جدلیاتی مادیت کے فلسفے اور اصولوں سے رہنمائی لیتی ہے۔ جو محنت کش عوام کو انسان کے ہاتھوں انسان کے استحصال کے خاتمے کا سچا راستہ دکھاتے ہیں۔

دفعہ 3

پرچم

پارٹی کا پرچم سرخ رنگ کا ہو گا جس کی لمبائی اُس کی چوڑائی سے ڈیڑھ گنا ہو گی پرچم کے درمیان میں ایک سفید ستارہ ہو گا۔

دفعہ 4

رکنیت

1.4

پاکستان میں رہنے والا 18 سال یا اس سے زیادہ عمر کا کوئی بھی شخص جو پارٹی کے پروگرام اور آئین کو تسلیم کرتا ہو پارٹی کی کسی بھی تنظیم میں کام کرنے پر، رکنیت کے لیے واجب رقم اور چندہ دینے پر اور پارٹی کے فیصلوں پر عمل کرنے پر آمادہ ہو۔ پارٹی کی رکنیت کا اہل ہے۔

2.4

الف) نئے ارکان انفرادی درخواست پر پارٹی کے دو ارکان کی طرف سے تجویز کیے جانے پر پارٹی میں شامل کیے جاتے ہیں۔ درخواست دہندہ کو رکنیت کے لیے تجویز کرنے والے پارٹی ارکان کو کامل احساسِ ذمہ داری سے درخواست دہندہ کے بارے میں مکمل معلومات پارٹی سیل کو مہیا کرنا ہوں گی۔ پارٹی سیل اعلیٰ کمیٹی کو تجویز دے گی جو رکنیت کی توثیق کرے گی

ب) پارٹی سیل سے اوپر مرکزی کمیٹی کی سطح تک تمام کمیٹیاں نئے ارکان پارٹی میں براہِ راست شامل کرنے کا اختیار رکھتی ہیں۔

3.4

اگرکسی دوسری پارٹی کا اہم رکن پارٹی میں آنا چاہے تو اسے رکنیت دینے سے پہلے پارٹی کی اعلیٰ کمیٹی سے منظوری لینا ضروری ہوگی۔اگر معاملہ بہت اہم ہو تو سنٹرل کمیٹی یا صوبائی کمیٹی ایسے افراد کو مکمل رکنیت دے سکتی ہیں۔اگر صوبائی کمیٹی ایسا کرتی ہے تو اسے بعد میں سنٹرل کمیٹی سے بھی منظوری لینا ہوگی۔

4.4

ایسے ارکان جن کو ایک دفعہ پارٹی سے نکال دیا جائے۔ان کو پارٹی کمیٹی یا اعلیٰ کمیٹی کے فیصلے سے واپس پارٹی میں لیا جاسکتا ہے۔

5.4

پارٹی سیل کو پارٹی پروگرام، آئین اور پالیسیوں پر تعلیمی پروگرام کا اہتمام کرنا ہوگا تاکہ نئے ارکان کی نظریاتی تربیت ہوسکے۔

6.4

پارٹی کارکن اپنی رکنیت ایک یونٹ سے دوسرے یونٹ میں تبدیل کرواسکتا ہے لیکن اسے تبدیلی کے لیے درخواست اپنے متعلقہ یونٹ کے ذریعے بھیجنا ہوگی اور متعلقہ اعلیٰ یونٹ سے منظوری لینا ہوگی جس کے علاقہ میں مذکورہ یونٹ کام کررہا ہے۔

دفعہ 5

پارٹی حلف

جو فرد بھی پارٹی میں شمولیت اختیار کرے گا اسے پارٹی حلف پر دستخط کرنا ہوں گے۔ حلف یہ ہوگا۔ ''میں پارٹی کے تمام مقاصد اور اہداف کو قبول کرتا ہوں، پارٹی آئین سے اتفاق کرتا ہوں اور پارٹی فیصلوں کی مکمل وفاداری کے ساتھ پابندی کروں گا۔ میں اشتراکی اصولوں کے لیے جدوجہد کرتے ہوئے زندگی گزاروں گا اور اپنے ذاتی مفاد سے بالا ہو کر محنت کش اور مظلوم طبقات اور عوام کی خدمت کروں گا۔ پارٹی اور عوام کے مفاد کو ہمیشہ ذاتی مفاد پر مقدم رکھوں گا۔''

دفعہ 6

تمام پارٹی رکنیت کا ریکارڈ

پارٹی رکنیت کا تمام ریکارڈ رکھنا ضلعی کمیٹی کی ذمہ داری ہوگی۔

دفعہ 7

پارٹی رکنیت کا جائزہ

1.7

پارٹی تنظیمیں اپنی رکنیت کا سالانہ جائزہ لیں گی۔ اگر کوئی رکن بغیر کسی معقول وجہ کے ایک تین میٹنگز سے زیادہ پارٹی سرگرمیوں سے مسلسل لاتعلق پایا گیا یا پارٹی کے واجبات ادا نہ کیے تو اس کی رکنیت منسوخ کردی جائے گی۔

2.7

پارٹی سیل یا پارٹی کمیٹی کی جانب سے سالانہ جائزے کی رپورٹ اعلیٰ کمیٹی کو تصدیق و توثیق کے لیے بھجوائی جائے گی۔

3.7

پارٹی رکنیت منسوخ کیے جانے کے خلاف ہر رکن کو اپیل کا حق ہو گا۔

دفعہ 8

پارٹی رکنیت سے استعفیٰ

1.8

پارٹی کا جو رکن پارٹی سے استعفیٰ دینا چاہے وہ متعلقہ پارٹی یونٹ میں استعفیٰ جمع کروا سکتا ہے جس کا وہ رکن ہے۔ متعلقہ یونٹ اس استعفیٰ کو قبول کر کے مستعفیٰ رکن کی رکنیت ختم کرنے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور یہ یونٹ اس کی رپورٹ اعلیٰ کمیٹی کو بھجوائے گا۔

2.8

اگر کوئی ایسا رکن پارٹی کی رکنیت سے استعفیٰ دے جس پر پارٹی کے نظم وضبط کی خلاف ورزی کے ایسے سنگین الزامات ہوں جن پر اسے پارٹی سے نکالا جا سکتا ہو تو ایسے رکن کا استعفیٰ قبول کرنے کی بجائے اسے پارٹی کی رکنیت سے برطرف کیا جائے گا۔

3.8

ایسے تمام معاملات جن میں ارکان کا استعفیٰ قبول کرنے کی بجائے رکنیت سے برطرفی عمل میں لائی جائے، سنٹرل کمیٹی کو رپورٹ کیے جائیں گے اور ان کی منظوری سے مشروط ہوں گے۔

دفعہ 9

رکنیت کی فیس

پارٹی کے تمام ارکان اور امیدوار سالانہ 2 سو روپے رکنیت فیس ادا کریں گے۔ یہ فیس ہر رکن اپنی متعلقہ سیل یا یونٹ کے سیکرٹری کو پارٹی میں شمولیت کے وقت اور بعدازاں ہر سال مارچ کے اختتام تک ادا کرے گا۔ اگر پارٹی رکن مقررہ وقت پر فیس ادا نہ کر پایا تو اس کی پارٹی رکنیت معطل کر دی جائے گی۔ سنٹرل کمیٹی ناگزیر حالات کی بنا پر مقررہ تاریخ کی حد میں اضافہ کر سکتی ہے۔

دفعہ 10

پارٹی چندہ

پارٹی کا ہر رکن سنٹرل کمیٹی کی جانب سے طے کردہ اصولوں کے مطابق ماہانہ چندہ دینے کا پابند ہوگا۔ ایسے ارکان جن کے ذرائع آمدنی سالانہ یا موسمیاتی بنیادوں پر ہیں وہ مقررہ شرح کے مطابق چندہ ہر سیزن کے آغاز یا سہ ماہی کے آغاز پر ادا کریں گے۔ اگر کوئی رکن مقررہ تاریخ کے تین ماہ بعد بھی چندہ دینے سے قاصر رہا تو اس کی رکنیت معطل کر دی جائے گی۔

دفعہ 11

پارٹی ارکان کے فرائض

1.11

پارٹی ارکان کے فرائض درج ذیل ہیں۔

ا) وہ باقاعدگی سے پارٹی کی متعلقہ تنظیم جس کے وہ رکن ہیں کی سرگرمیوں میں حصہ لیں اور ایمانداری سے پارٹی پالیسی، فیصلوں اور احکامات پر عمل درآمد کریں۔

ب) وہ مارکسزم، لینن ازم کا مطالعہ کریں اور ان موضوعات پر اپنی تفہیم میں اضافہ کریں پ) پارٹی کے جریدے اور پارٹی کی جانب سے شائع کردہ دیگر مواد کا مطالعہ کریں۔اس سلسلے میں پارٹی کی مدد کریں اور اس کو لوگوں میں پھیلائیں۔

ج) وہ پارٹی آئین اور نظم وضبط کی پابندی کریں۔طبقاتی اصولوں کے مطابق رویہ اختیار کریں جو اشتراکیت (کمیونزم) کے ارفع مقاصد سے ہم آہنگ ہو۔

چ) عوام اور پارٹی کے مفادات کو ذاتی مفاد پر ترجیح دیں۔

ح) عوام کی پورے جذبے کے ساتھ خدمت کریں اور اپنے تعلقات کو ان کے ساتھ مضبوط بنائیں۔ان کی رائے اور مطالبات معلوم کریں اور پارٹی تک ان کو پہنچائیں۔کسی بھی عوامی تنظیم میں پارٹی کے رہنما اصولوں کے مطابق کام کریں جب تک کہ ان سے استثنا نہ دے دیا جائے۔

د) پارٹی میں بہتر ماحول بنانے کے لیے ارکان ایک دوسرے کے ساتھ اچھے اور دوستانہ تعلقات قائم کریں۔

ر) تنقید اور خود تنقیدی کے اصولوں کو اپنائیں تاکہ انفرادی اور اجتماعی صلاحیتوں میں اضافہ کرنے میں ایک دوسرے کی مدد کی جاسکے۔

س) پارٹی کی جانب، ایمانداری، سچائی اور بے جھجک رویہ اختیار کریں اور پارٹی کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچائیں۔

ش) پارٹی میں اتحاد و اتفاق قائم رکھیں اور محنت کش طبقے اور ملک کے دشمنوں کی جانب سے ہوشیار رہیں۔

ص) پارٹی کا دفاع کریں، محنت کش طبقے کے دشمن اور عوام کے دشمنوں کے حملے کے وقت پارٹی مقاصد کا پرچم بلند رکھیں۔

2.11

یہ پارٹی تنظیم کی ذمہ داری ہے کہ وہ مندرجہ بالا فرائض کی ادائیگی کے لیے پارٹی ارکان کو پابند کرے اور اس سلسلے میں ان کی ہر ممکن مدد کرے۔

دفعہ 12

پارٹی ارکان کے حقوق

1.12

پارٹی ارکان کے حقوق درج ذیل ہیں۔

ا) پارٹی کمیٹیوں اور تنظیموں کو منتخب کرنا اور خود کو منتخب کروانا۔

ب) پارٹی کے فیصلوں اور پارٹی پالیسی کی تشکیل میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے مباحثوں میں حصہ لینا۔

ج) پارٹی میں اپنے کام کے حوالے سے تجاویز پیش کرنا۔

د) پارٹی اجلاس کے دوران پارٹی کمیٹیوں اور دیگر معاملات پر تنقید کرنا۔

ر) جب پارٹی یونٹ کی جانب سے انضباطی کارروائی عمل میں لائی جائے تو رکن کو ذاتی شنوائی کا موقع دینا۔

س) جب پارٹی کا کوئی رکن پارٹی کمیٹی/تنظیم سے اختلاف کرے تو اس کا حق ہے کہ وہ اگلی اعلیٰ کمیٹی میں اپنی رائے کا اظہار کرے۔ اگر رکن کوئی سیاسی اختلاف رکھتا ہے تو اسے حق ہے کہ وہ اپنی آواز اعلیٰ کمیٹیوں حتیٰ کہ سنٹرل کمیٹی تک پہنچائے۔ ایسے تمام معاملات میں رکن پارٹی

فیصلوں پر عمل کرے گا اور تمام مسائل کا حل دوستانہ بحث مباحثہ کے ذریعے نکالا جائے گا۔

ش)اعلیٰ پارٹی تنظیم حتیٰ کہ سنٹرل کمیٹی کی جانب سے بھی ایسے رکن کے بیان، اپیل یا شکایت کی شنوائی ہو گی۔

2.12

یہ پارٹی تنظیموں اور اس کے عہدیداروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان حقوق کی پاسداری یقینی بنائے۔

دفعہ 13

جمہوری مرکزیت کے اصول

1.13

پارٹی کا ڈھانچہ جمہوری مرکزیت کے اصول پر قائم ہوگا اور انہی بنیادوں پر پارٹی چلائی جائے گی۔ جمہوری مرکزیت کا مطلب ہے مرکزی رہنمائی جو پارٹی کے اندر جمہوریت پر قائم ہوگی۔ پارٹی ڈھانچے میں جمہوری مرکزیت کے اصول درج ذیل ہیں۔

ا)اوپر سے نیچے تک پارٹی کے تمام عہدے منتخب ہوں گے

۔ب)اقلیت اکثریت کے فیصلوں کو تسلیم کرے گی۔ پارٹی کی نچلی سطح کی تنظیمیں اعلیٰ سطح کی تنظیموں کے فیصلوں کی پابند ہوں گی۔ افراد اجتماع کے فیصلوں کے ساتھ چلیں گے۔ پارٹی کی تمام تنظیمیں پارٹی کانگریس اور سنٹرل کمیٹی کے فیصلوں اور احکامات کی پابندی کریں گی۔

ج)پارٹی کی تمام کمیٹیاں پارٹی تنظیم کو ہر 2 ہفتے بعد رپورٹ کریں گی۔ اسی طرح سے ہر نچلی سطح کی کمیٹی اپنے سے اوپر والی کمیٹی کو رپورٹ کرے گی۔

د)پارٹی کی تمام کمیٹیاں خاص طور پر بالائی کمیٹیاں پارٹی کی نچلی سطح کی تنظیموں اور پارٹی ارکان

کی طرف سے ہونے والی تنقید اور ان کی آرا پر مستقل توجہ رکھیں گی۔

ر) پارٹی کی تمام کمیٹیاں اجتماعی فیصلوں اور انفرادی ذمہ داری کے اصولوں پر سختی سے عمل کریں گی۔

س) بین الاقوامی معاملات کے تمام سوالات، پاکستان کے ملک گیر سطح کے سوالات، ایک سے زائد صوبوں سے تعلق رکھنے والے سوالات یا ایسے سوالات جن پر ملک گیر سطح پر یکساں فیصلے کی ضرورت ہو۔ ان پر سنٹرل کمیٹی اور پارٹی کانگریس فیصلہ کریں گی۔ صوبائی اور ضلعی سطح کے تمام معاملات متعلقہ پارٹی تنظیمیں کریں گی۔ لیکن ان کا فیصلہ کسی صورت بھی اعلیٰ پارٹی تنظیم کے فیصلے کو رد نہیں کر سکے گا۔ جب پارٹی لیڈر شپ کو کسی اہم

صوبائی معاملہ پر فیصلہ لینا پڑے تو وہ عام حالات میں متعلقہ صوبے کی پارٹی تنظیم سے مشاورت کے بعد فیصلہ کرے گی۔ صوبائی پارٹی بھی ضلعی معاملات میں اسی اصول پر عمل کرے گی۔

ش) ایسے معاملات جو ملک گیر سطح پر پارٹی پالیسی کو متاثر کرتے ہوں اور جن پر پارٹی نے پہلی مرتبہ اپنے نقطۂ نظر کا اظہار کرنا ہو محض مرکزی لیڈر شپ ہی ان پر پالیسی بیانات جاری کرنے کی اہل ہوگی۔ نچلی سطح کی کمیٹیاں اپنی رائے اور تجاویز مرکزی لیڈر شپ کو بروقت بھجوا سکتی ہیں تا کہ وہ ان پر غور کر سکیں۔

2.13

پارٹی کے تمام ارکان اور عوامی تحریک کے تجربات کو مدنظر رکھتے ہوئے پارٹی کے اندر مرکزی جمہوریت کے درج ذیل اصول لاگو ہوں گے۔

۱) ایسے موضوعات جو پارٹی، پارٹی پالیسی اور کام پر اثر انداز ہوتے ہوں، ان پر پارٹی سیلز اور یونٹس میں بلا جھجک آزادانہ گفتگو۔

ب) پارٹی ارکان کو متحرک رکھنے کے لیے مستقل کوششیں کی جائیں تا کہ وہ پارٹی پالیسیوں کو مقبول کرنے اور ان پر عمل درآمد کرنے میں مددگار ہوں۔ان کی نظریاتی اور سیاسی سطح کو بلند کیا جائے اور ان کے علم میں اضافہ کیا جائے تا کہ پارٹی معاملات اور پارٹی کے کاموں کو احسن طریقے سے انجام دے سکیں۔

ج) جب پارٹی کی مختلف کمیٹیوں میں سنجیدہ نوعیت کے اختلافات نمودار ہوں تو کسی معاہدے پر پہنچنے کی ہر ممکن کوشش کرنا چاہیے۔اگر اس میں ناکامی ہو جائے تو اس سوچ کے ساتھ فیصلہ ملتوی کر دیا جائے کہ مزید بحث مباحثہ کے بعد اختلافات کو دور کر لیا جائے گا۔بشرطیکہ پارٹی امور اور عوامی تحریک کے لیے کسی فوری فیصلے کی ضرورت نہ ہو۔

د) تنقید اور خود تنقیدی کی اوپر کی سطح سے لے کر نیچے تک حوصلہ افزائی خاص طور پر نچلی سطح سے تنقید کی حوصلہ افزائی۔

ر) بیوروکریٹک رجحانات کے خلاف ہر سطح پر جدوجہد۔

س) پارٹی کے اندر گروہ بندیوں کی اجازت نہیں ہو گی

ش) بھائی چارے اور باہمی امداد کے اصول اپناتے ہوئے پارٹی مضبوط کی جائے۔اپنے ساتھیوں کی غلطیوں کو ہمدردی کے ساتھ سدھارا جائے۔کسی ایک واقعے یا غلطی کو مدنظر رکھ کر اپنے ساتھیوں کے متعلق فیصلہ نہ کیا جائے بلکہ ان کی پارٹی خدمات کا پورا ریکارڈ سامنے ہونا چاہیے۔

دفعہ 14

آل پاکستان پارٹی کانگریس

1.14

آل پاکستان پارٹی کانگرس پارٹی کا اعلیٰ ترین ادارہ ہوگا۔
ا) سنٹرل کمیٹی سال میں ایک مرتبہ پارٹی کانگریس بلائے گی۔
ب) سنٹرل کمیٹی اس کے علاوہ بھی اپنی صوابدید پر معمول سے ہٹ کر پارٹی کانگریس کا اجلاس بلا سکتی ہے۔ دو یا دو سے زیادہ صوبائی کمیٹیوں کے مطالبہ پر بھی ایسا کیا جا سکتا ہے۔ بشرطیکہ ان کی نمائندگی کل پارٹی ارکان کے ایک تہائی کے برابر ہو۔
ج) سنٹرل کمیٹی اپنے اجلاس میں پارٹی کانگریس یا غیر معمولی پارٹی کانگریس کے مقام اور تاریخ کا تعین کرے گی یہ اجلاس اسی مقصد کے لیے منعقد ہوگا۔
د) پارٹی کانگریس پارٹی ممبروں کے نمائندوں کا اجتماع ہوگا جن کا چناؤ صوبائی کانفرنسیں اور اسی طرح پارٹی یونٹس کی کانفرنسیں کریں گی۔
ر) عمومی پارٹی کانگریس میں نمائندگی کس بنیاد پر ہوگی اور غیر معمولی کانگریس میں نمائندگی کس بنیاد پر ہوگی اور نمائندوں کے انتخاب کا طریقہ کار کیا ہوگا۔ اس کا فیصلہ سنٹرل کمیٹی پارٹی ارکان کی کل تعداد، پارٹی کے زیر سایہ عوامی تحریک کی طاقت اور متعلقہ صوبوں میں پارٹی ارکان کی تعداد کی بنیاد پر کرے گی۔
س) سنٹرل کمیٹی کے ارکان کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ عمومی پارٹی کانگریس یا غیر معمولی پارٹی کانگریس میں مکمل نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوں۔

2.14

عمومی پارٹی کانگریس کے اختیارات اور کام درج ذیل ہیں۔
ا) سنٹرل کمیٹی کی سیاسی اور تنظیمی رپورٹ پر بحث کرنا اور عمل کرنا۔
ب) پارٹی پروگرام اور پارٹی آئین پر نظر ثانی کرنا اور اس کو تبدیل کرنا۔
ج) حالات حاضرہ کے مطابق پارٹی لائن کا تعین کرنا۔

د) خفیہ ووٹ کے ذریعے سنٹرل کمیٹی کا انتخاب کرنا۔

3.14

ایک توثیقی کمیٹی کا انتخاب جو کانگریس کے تمام نمائندوں کی صلاحیتوں کی رپورٹ کانگریس کو پیش کرے گی۔

4.14

کانگریس معاملات چلانے کے لیے ایک صدارتی پینل منتخب کرے گی۔

دفعہ 15

سنٹرل کمیٹی

1.15

سنٹرل کمیٹی کا انتخاب۔

ا) سنٹرل کمیٹی کا انتخاب پارٹی کانگریس کرے گی اور وہی اس کے ارکان کی تعداد بھی طے کرے گی۔

ب) سابقہ سنٹرل کمیٹی کانگریس کو امیدواوں کا ایک پینل تجویز کرے گی۔

ج) امیدواروں کا پینل باصلاحیت لیڈرشپ تیار کرنے کے تصور کے ساتھ تیار کیا جائے گا، جن کے عوام کے ساتھ گہرے رابطے ہوں، جن کی وابستگی محنت کش طبقے کے انقلابی کردار سے متعلق پختہ ہو اور جو مارکس ازم لینن ازم کا علم رکھتے ہوں۔

د) نمائندوں میں سے کوئی بھی پینل میں موجود کسی بھی نام پر اعتراض اٹھا سکتا ہے۔ اور کسی ایک یا ایک سے زائد ارکان کے نام تجویز کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے مجوزہ رکن کی پہلے رضامندی حاصل کرنا ضروری ہوگا۔

ر) جس رکن کا بھی نام تجویز کیا جائے گا وہ اپنا نام واپس لینے کا حق رکھتا ہے۔

س) مجوزہ پینل اور نمائندوں کی جانب سے تجویز کردہ ارکان میں سے سنٹرل کمیٹی کا انتخاب خفیہ ووٹ کے ذریعے کیا جائے گا۔ ہر شخص اپنا ووٹ خود کاسٹ کرے گا اور یہ ووٹ پورے پینل کے لیئے ہوگا۔ اگر سنٹرل کمیٹی کے مجوزہ پینل کے ساتھ کوئی اضافی امیدوار شامل نہ ہو تو کانگریس کے نمائندگان سے منظوری ہاتھ کھڑا کروا کے لی جائے گی۔

2.15

اگلی آل پاکستان پارٹی کانگریس کے انعقاد تک منتخب سنٹرل کمیٹی پارٹی کا سب سے اعلیٰ اختیاراتی ادارہ ہوگی۔

3.15

سنٹرل کمیٹی پارٹی آئین پر عمل درآمد کروانے، پارٹی لائن وضع کرنے اور کانگریس کے فیصلوں پر عمل درآمد کی ذمہ دار ہوگی۔

4.15

سنٹرل کمیٹی پارٹی کی مکمل نمائندہ ہوگی اور پارٹی کو چلانے کی ذمہ دار ہوگی۔ پارٹی کو درپیش کسی بھی معاملہ پر سنٹرل کمیٹی کو مکمل خود مختاری سے فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا۔

5.15

سنٹرل کمیٹی اپنے ارکان میں سے ایک سیکرٹریٹ منتخب کرے گی اور سیکرٹریٹ کے ارکان کی تعداد بھی طے کرے گی۔ سنٹرل کمیٹی کے زیر ہدایت سیکرٹریٹ پارٹی کے روزمرہ کے معاملات کی دیکھ بھال کرے گا۔

6.15

صوبائی کمیٹیوں کے سیکرٹریز اور پارٹی کے دیگر اداروں کے سربراہوں کے انتخاب کے لے سنٹرل کمیٹی کی اجازت لینا ہوگی۔

7.15

مخصوص حالات میں سنٹرل کمیٹی کے ڈھانچے کی تبدیلی۔

ا)سنٹرل کمیٹی نظم وضبط کی خلاف ورزی، بداخلاقی اور پارٹی مخالف سرگرمیوں کی بنیاد پر اپنے کسی بھی رکن کی رکنیت ختم کر سکتی ہے۔رکنیت کے خاتمہ کے لیے ووٹنگ کے وقت سنٹرل کمیٹی کے دوتہائی ارکان کی اجلاس میں حاضری ضروری ہے اور اجلاس میں موجود دوتہائی سے زائدارکان کارکنیت کے خاتمے کے لیے ووٹ دیں گے۔

ب)کل ارکان کی سادہ اکثریت کے ساتھ سنٹرل کمیٹی خالی ہونے والی سیٹ پر نیارکن منتخب کر سکتی ہے۔

ج)اگر سنٹرل کمیٹی کا کوئی ایک رکن یا زائدارکان گرفتار ہو جائیں تو کمیٹی کے دیگر ارکان ان کی جگہ مکمل اختیارات کے ساتھ کام کریں گے اور اصل رکن یاارکان کی واپسی پر ان کے لیے ان کی جگہ خالی کر دیں گے۔

8.15

سنٹرل کمیٹی کی میٹنگ ہر تین مہینے بعد ہوگی۔علاوہ ازیں کل ارکان کی ایک تہائی تعداد ریکوزیشن بھیج کر کبھی بھی اجلاس بلا سکتی ہے۔

9.15

سنٹرل کمیٹی سیاسی و تنظیمی معاملات اور عوامی تحریک کے مسائل پر بحث ومباحثہ کرے گی اور فیصلے کرے گی۔وہ عوامی تنظیموں میں پارٹی کے فرنٹس اور محاذوں کی رہنمائی کا فریضہ بھی انجام

دے گی۔

10.15

سنٹرل کمیٹی پارٹی کے مالی امور کی بھی ذمہ دار ہوگی۔سیکرٹریٹ سال میں ایک مرتبہ اکاونٹس کا حساب کمیٹی کے سامنے جمع کروائے گا۔

11.15

جب پارٹی کانگریس بلائی جائے گی سنٹرل کمیٹی اپنی سیاسی اور تنظیمی رپورٹ اس کے سامنے پیش کرے گی۔

12.15

انقلابی لیڈرشپ کو مضبوط بنانے اور صوبائی و ضلعی آرگنائزرز کا جائزہ لینے کے لیے سنٹرل کمیٹی نمائندے اور آرگنائزر بھیجے گی جو ہر صورت سنٹرل کمیٹی کی ہدایات کے مطابق عمل کریں گے۔

13.15

سنٹرل کمیٹی جب ضروری سمجھے وہ سنٹرل کمیٹی سیکرٹریٹ یا کانفرنس کا توسیعی اجلاس بلا سکتی ہے۔ سنٹرل کمیٹی اس اجلاس میں حاضری اور نمائندوں کے انتخاب کے طریقہ کار کے اصول طے کرے گی۔

14.15

ایمرجنسی یا بڑے پیمانے پر گرفتاریوں کی صورت میں سینٹرل کمیٹی، صوبائی اور ضلعی کمیٹیاں خود کو چھوٹی تنظیموں کی صورت ڈھال لیں گی۔سنٹرل کمیٹی کی ایسی تنظیم نو کے لیے کمیٹی کے بچے ہوئے ارکان نام تجویز کریں گے۔جن کی منظوری سنٹرل کمیٹی کے حاضر اور غیر حاضر ارکان سے لی جائے گی۔صوبائی اور ضلعی کمیٹی کے لیے نام متعلقہ کمیٹی کے باقی بچ جانے والے ارکان تجویز

کریں گے۔جن کی منظوری اعلیٰ کمیٹی سے لی جائے گی۔اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے کے لیے اگر وہ ضروری سمجھیں تو سب کمیٹیاں بھی بنا سکتے ہیں۔نئی سنٹرل کمیٹی کو پارٹی تنظیم کے تحفظ کے لیے نئے قواعد مرتب کرنے کا اختیار ہے لیکن جیسے ہی صورت حال معمول پر آجائے گی تو منتخب کمیٹیاں بحال ہو جائیں گی۔

دفعہ 16

پارٹی کے صوبائی اور ضلعی ادارے

1.16

ضلع کا سب سے اعلیٰ ادارہ ضلعی کانفرس ہو گا جو ڈسٹرکٹ کمیٹی کو منتخب کرے گا۔

2.16

ضلعی کمیٹی کا تنظیمی ڈھانچہ، حقوق اور کام۔

ا) ضلعی کمیٹی کا تنظیمی ڈھانچہ، حقوق اور کام بالکل اسی طرح کے جس طرح پاکستان کی سطح پر پارٹی ڈھانچے اور کام کے متعلق دفعہ میں وضاحت کی گئی ہے۔البتہ ان کے کام کو ضلعی معاملات تک محدود کر دیا گیا ہے اور ان کے فیصلوں کو اعلیٰ کمیٹی کے فیصلوں سے مشروط کر دیا گیا ہے۔اگر پارٹی کی کمیٹیوں کے ارکان کی تعداد میں اضافہ ضروری ہو جائے تو ایسا اعلیٰ کمیٹی کی منظوری سے کیا جاسکتا ہے۔

ب) ضلعی کمیٹی ایک صدر، سیکرٹری، اور دیگر عہدے منتخب کرے گی۔

دفعہ 17

پرائمری یونٹ

1.17

پرائمری یونٹ۔

ا) پارٹی کا پرائمری یونٹ پارٹی سیل ہوگی جو پیشوں یا علاقائی اعتبار سے منظم کی جائے گی۔

ب) پارٹی ارکان کو ان کے پیشوں یا ملازمت کے اعتبار سے منظم کیا جائے جب وہ کسی فیکٹری، ادارے یا انڈسٹری میں کام کر رہے ہوں۔ وہ ایسی پارٹی سیل کے اعزازی رکن بھی ہوں گے جو ان کے آبائی علاقوں میں کام کر رہی ہوں گی یا وہاں اضافی سیل کو منظم کیا جائے گا۔ ان کے آبائی علاقے میں کام کی نسبت ان کی ملازمت کی جگہ پر کام دینے کو ترجیح دی جائے گی۔ ارکان کو ان کے آبائی علاقوں میں ذمہ داری یہ سوچ کر دی جائے کہ اس سے ان کی پرائمری یونٹ میں کارکردگی متاثر تو نہیں ہوگی۔

ج) سیل میں ارکان کی تعداد 15 سے زیادہ نہیں ہوگی۔ صوبائی اور ضلعی کمیٹیاں سیل سے متعلقہ امور کا تعین کریں گی۔

2.17

سیلز مزدوروں، کسانوں اور دیگر عوام کے ساتھ رہنما کمیٹی کے متحرک رابطوں کا ذریعہ ہوں گی۔ ان کی ذمہ داری یہ ہے۔

ا) اعلیٰ کمیٹی کی ہدایت پر عمل درآمد۔

ب) پارٹی کے سیاسی اور انتظامی فیصلوں کے حق میں فیکٹری یا شہری آبادی میں رائے عامہ ہموار کرنا۔

ج) سرگرم کارکن اور ہمدردوں کو پارٹی عمل میں شامل کرنا تاکہ ان کی سیاسی تربیت ہو سکے اور ان کو نئے رکن کے طور پر پارٹی میں شامل کیا جاسکے۔

د) روزانہ کی بنیاد پر تنظیمی یا تحریکی کاموں میں ضلعی، مقامی یا ٹاؤن کمیٹیوں کی مدد کرنا۔

3.17

سیل ایک سیکرٹری منتخب کرے گی اور اس کی منظوری اعلیٰ کمیٹی سے لے گی۔

دفعہ 18

پارٹی نظم وضبط

1.18

پارٹی میں اتحاد برقرار رکھنے اور اس کو مضبوط کرنے کے لیے نظم وضبط پر عمل درآمد نہایت ضروری ہے۔ نظم وضبط پر سختی سے عمل درآمد کے بغیر پارٹی مضبوط نہیں ہو سکتی، نہ اس کی قدر میں اضافہ، نہ وہ درپیش چیلنجز سے عہد برآ ہو سکے گی اور نہ ہی جمہوری مرکزیت کے اصولوں کو اپنایا جا سکے گا۔ نظم وضبط کے بغیر پارٹی جدوجہد کے دوران عوام کی رہنمائی نہیں کر سکتی اور نہ ہی اپنی ذمہ داریوں سے پوری طرح عہدہ برآ ہو سکتی ہے جو عوام کی جانب سے ان پہ عائد ہوتی ہیں۔

2.18

نظم وضبط کی بنیاد پارٹی کے اہداف، پروگرام اور پالیسیوں کو شعوری طور پر قبول کرنے پر ہے۔ پارٹی کے تمام ارکان پارٹی کے نظم وضبط کے پابند ہوں گے خواہ ان کا مقام پارٹی یا معاشرے میں کچھ بھی ہو۔

3.18

پارٹی آئین اور فیصلوں کی خلاف ورزی نظم وضبط توڑنے کے مترادف ہو گی اور اس پر انضباطی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

4.18

نظم وضبط کی خلاف ورزی پر درج ذیل سزائیں دی جاسکتی ہیں۔

(ا) وارننگ (ب) مذمت (ج) سرعام مذمت (د) پارٹی عہدے سے ہٹا دینا (ر) خاص مدت کے لیے پارٹی رکنیت معطل کر دینا لیکن یہ مدت ایک سال سے زائد نہیں ہوگی (س) پارٹی سے نکالنا۔

5.18

انضباطی کارروائی عام طور پر صرف اس صورت میں عمل میں لائی جائے جب قائل کیے جانے سمیت دیگر اقدام متعلقہ رکن کے رویئے کو درست کرنے میں ناکام ہو جائیں۔ انضباطی کارروائی کے آغاز کے بعد بھی متعلقہ رکن کی مدد جاری رکھنی چاہیے تاکہ وہ اپنے رویے کو درست کر سکے۔ تاہم معاملہ اگر پارٹی مفادات وشہرت کا ہو اور نظم وضبط کی خلاف ورزی سے اس کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو انضباطی کارروائی کا فوری طور پر آغاز کر دینا چاہیے۔

6.18

پارٹی سے نکالنا سخت ترین انضباطی کارروائی ہے۔ اس کا فیصلہ انتہائی احتیاط، عدل اور سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے۔

7.18

اعلیٰ کمیٹی کی منظور کے بغیر پارٹی عہدے سے برطرفی، پارٹی رکنیت کی معطلی، پارٹی سے نکالے جانے جیسی انضباطی کارروائیاں موثر نہیں ہوں گی۔ تاہم اگر کسی معاملے میں کوئی انکوائری چل رہی ہے تو رکنیت معطل کی جاسکتی ہے۔ اگر کسی رکن کو پارٹی سے نکالے جانے کی سزا ملی ہے تو اعلیٰ کمیٹی سے سزا کی توثیق تک متعلقہ رکن کی رکنیت معطل رہے گی اور پارٹی کی کسی بھی قسم کی سرگرمیوں میں حصہ نہیں لے سکے گا۔ اعلیٰ کمیٹی اس معاملے پر 3 ماہ کے اندر اپنا فیصلہ سنائے

گی۔

8.18

جس رکن کے خلاف انضباطی کارروائی تجویز کی جائے گی وہ اپنے خلاف لگائے جانے والے الزامات سے پوری طرح آگاہ ہوگا۔مذکورہ کارکن کا حق ہے کہ جس پارٹی یونٹ سے اس کا تعلق وہاں اس کی ذاتی شنوائی ہو۔اسے ایسے یونٹ میں بھی وضاحت دینے کا
حق ہے جہاں اس کے خلاف انضباطی کارروائی عمل میں لائی جارہی ہو۔

9.18

اگرکوئی رکن بیک وقت پارٹی کے دو یونٹوں کا رکن ہے تو نچلے درجے والا یونٹ ضابطے کی خلاف ورزی پر اس کے خلاف سزا تجویز کرسکتا ہے لیکن اعلیٰ یونٹ سے منظوری تک یہ سزا مؤثر نہیں ہوگی۔

10.18

اگر پارٹی کے ارکان پارٹی کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائیں یا بدترین مالی بدعنوانیوں میں ملوث پائے جائیں۔اُن کی پارٹی رکنیت فوری طور پر معطل کی جاسکتی اور ان کو متعلقہ یونٹس کے ذمہ دارعہدوں سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ایسا اسی صورت میں بھی کیا جاسکتا ہے جب پارٹی کے کسی اعلیٰ ادارے میں ان ارکان کے خلاف کوئی شکایت موجود ہو اور انہیں اظہار وجوہ کا نوٹس جاری ہو چکا ہو۔

11.18

انضباطی کارروائی کے تمام معاملات میں الزام علیہ کو اپیل کا حق ہوگا۔

12.18

سنٹرل،صوبائی اور ضلعی کمیٹیوں کو اختیار ہوگا کہ کمیٹیوں کو تحلیل کرسکیں اور نئی کمیٹیاں بنا سکیں۔اگر

کوئی کمیٹی تسلسل کے ساتھ پارٹی فیصلوں اور پالیسیوں کی خلاف ورزی کرے، یا کسی کمیٹی میں شدید گروہ بندی پائی جائے یا پارٹی نظم وضبط کو توڑا جائے تو اعلیٰ کمیٹی ایسی کمیٹی کے خلاف انضباطی کارروائی عمل میں لا سکتی ہے۔لیکن ضلعی اور صوبائی کمیٹیاں ایسے معاملات کو فوری طور پر اگلی اعلیٰ کمیٹی کو رپورٹ کریں تاکہ ضروری ایکشن لیا جاسکے۔

دفعہ 19

منتخب عوامی اداروں میں پارٹی ارکان

1.19

پارٹی ارکان جو پارلیمنٹ،صوبائی اسمبلیوں یا لوکل کونسلوں کے لیے منتخب ہوں وہ ایک پارٹی گروپ کی صورت میں ایک مناسب پارٹی کمیٹی کے تحت کام کریں گے اور پارٹی لائن، پالیسیوں اور ہدایات پر سختی سے عمل کریں گے۔

2.19

پارٹی کے اراکین اسمبلی عوام کے مفادات کا تحفظ کریں گے۔اسمبلی میں ان کے کام میں ان کی تحریک کی جھلک نظر آئے گی اور وہ پارٹی پالیسیوں پر عمل کریں گے اور ان کو مقبول بنائیں گے۔ پارٹی کے اراکین اسمبلی کے کام میں پارٹی کے نظریات اور عوامی تحریکوں کی جھلک نظر آئے گی اور یہ پارٹی کے تمام اراکین اسمبلی کی ذمہ داری ہوگی کہ وہ پارٹی اور عوامی تنظیموں کی تعمیر میں مدد کریں۔

3.19

پارٹی اراکین اسمبلی جہاں تک ممکن ہوگا اپنے حلقہ انتخاب اور عوام سے رابطہ برقرار رکھیں گے اور اسمبلی کے اندر اپنے کام سے ان کو آگاہ رکھیں گے اور مستقل طور پر ان کی تجاویز اور

مشوروں پر توجہ دیں گے۔

4.19
پارٹی کے ارکان اسمبلی دیانت کا اعلیٰ معیار برقرار رکھیں گے۔لوگوں سے رابطوں کے دوران عاجزی سے پیش آئیں گے اور پارٹی مفادات کو ذاتی مفادات سے بلند رکھیں گے۔

5.19
پارٹی کے اراکین اسمبلی اور لوکل باڈیز کے اراکین جو تنخواہ اور الاؤنسز لیں گے وہ پارٹی کے روپے تصور ہوں گے۔ پارٹی کی متعلقہ کمیٹی ارکان کی اجرت اور الاؤنسز طے کرے گی۔

6.19
پارٹی اراکین جو ضلع تحصیل یا یونین کونسلوں کے لیے منتخب ہوں وہ ایک مناسب پارٹی کمیٹی یا پارٹی سیل کے تحت کام کریں گے۔ وہ روزانہ کی بنیادوں پر اپنے حلقۂ انتخاب اور عوام سے رابطہ میں رہیں گے اور ان منتخب اداروں میں پارٹی اور اپنے حلقہ کے مفادات کا تحفظ کریں گے۔ وہ اپنے حلقہ انتخاب اور عوام کو باقاعدہ اپنے کام سے متعلق رپورٹ دیں گے اور ان کی تجاویز اور مشورے سنیں گے۔لوکل اداروں میں کام کے ساتھ ساتھ اداروں سے باہر عوامی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گے۔

7.19
پارلیمنٹ، صوبائی اسمبلیوں یا کونسلوں کے لیے پارٹی کے امیدواروں کی نامزدگی سنٹرل کمیٹی کرے گی۔ضلعی کمیٹیاں ضلع تحصیل اور یونین کونسلوں کے لیے امیدواروں کی نامزدگی کے لیے قواعد مرتب کریں گی

دفعہ 20

عوامی تنظیموں میں پارٹی ارکان کا کام

پارٹی ارکان جو عوامی تنظیموں میں کام کر رہے ہیں یا ان کے منتظم ہیں، وہ خود کو گروہوں یا کمیٹیوں کی شکل میں منظم کریں گے ار ایک مناسب پارٹی کمیٹی کے تحت کام کریں گے۔ انہیں چاہیے کہ وہ عوام کے اتحاد کو مضبوط کریں اور متعلقہ عوامی تنظیم کے مزاحمتی کردار کو مضبوط کریں۔

دفعہ 21

پارٹی کے اندر مباحثہ

1.21

پارٹی کو متحد رکھنے کے لیے پارٹی کی مختلف تنظیموں کے اندر آزادانہ مباحث مفید اور ضروری ہیں ۔ یہ پارٹی ارکان کا تسلیم شدہ حق ہے جو پارٹی کے اندر جمہوریت سے ابھرتا ہے لیکن پارٹی پالیسی پر لامتناہی اور طویل مباحثہ جو پارٹی کے اتحاد اور عمل کو مفلوج کر دے۔ پارٹی کے اندر جمہوریت کا انتہائی غلط استعمال تصور ہوگا۔

2.21

پارٹی کے اندر مباحث کو سنٹرل کمیٹی کل پاکستان بنیادوں پر منظم کرے گی۔

ا) جب وہ اس کو ضروری سمجھے۔

ب) جب پارٹی پالیسی کے کسی اہم سوال پر سنٹرل کمیٹی کے اندر واضح اکثریتی رائے نہ بن سکے۔

ج) جب پارٹی کے کل پاکستان بنیاد پر مباحث کا مطالبہ صوبائی کمیٹیوں کی جانب سے کیا جائے جو پارٹی کے کل ارکان کی ایک تہائی تعداد کی نمائندگی کرتی ہوں۔

3.21

پارٹی کے اندر مباحث سنٹرل کمیٹی کے زیر ہدایت منعقد کیے جائیں گے اور وہی موضوعات طے کرے گی۔ سنٹرل کمیٹی جو مباحث کی رہنمائی کرتی ہے وہ مباحث کے طریق کار اور انداز طے کرے گی۔

دفعہ 22

پارٹی کانگریس اور کانفرس کی تیاری کے لیے مباحثہ

1.22

پارٹی کانگریس سے تین ماہ قبل سنٹرل کمیٹی قرارداد کا ڈرافٹ پارٹی کے تمام یونٹس کو بحث کے لیے جاری کرے گی۔ صوبائی کمیٹیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ضرورت کے مطابق قرارداد کا مختلف زبانوں میں ترجمہ کروائیں اور مختصر وقت میں مطلوبہ تعداد میں کاپیاں کروا کے سیلز اور دیگر کمیٹیوں تک قرارداد کے ڈرافٹ کو پہنچائے۔ قرارداد میں ترامیم براہ راست سنٹرل کمیٹی کو بھیجی جائیں گی جو پارٹی کانگریس سے پہلے ان پر رپورٹ تیار کرے گی۔

2.22

متعلقہ کمیٹیوں کی جانب سے رپورٹیں اور قراردادیں جمع کروائے جانے کے بعد کانفرنسز کا انعقاد ہر سطح پر کیا جائے گا۔

دفعہ 23

ضمنی قوانین

سنٹرل کمیٹی پارٹی آئین کے مطابق قواعد اور ضمنی قوانین ترتیب دے سکتی ہے۔ صوبائی کمیٹیاں بھی پارٹی آئین کے تحت قواعد اور ضمنی قوانین بنا سکتی ہیں۔ لیکن انہیں ان کی منظوری سنٹرل کمیٹی سے لینا ہوگی۔

دفعہ 24

ترمیم

صرف پارٹی کانگریس ہی پارٹی آئین کو تبدیل کر سکتی ہے۔ پارٹی آئین میں ترامیم سے متعلق نوٹس پارٹی کانگریس کے انعقاد سے تین ماہ قبل دینا ہوگا۔

BACK TITLE